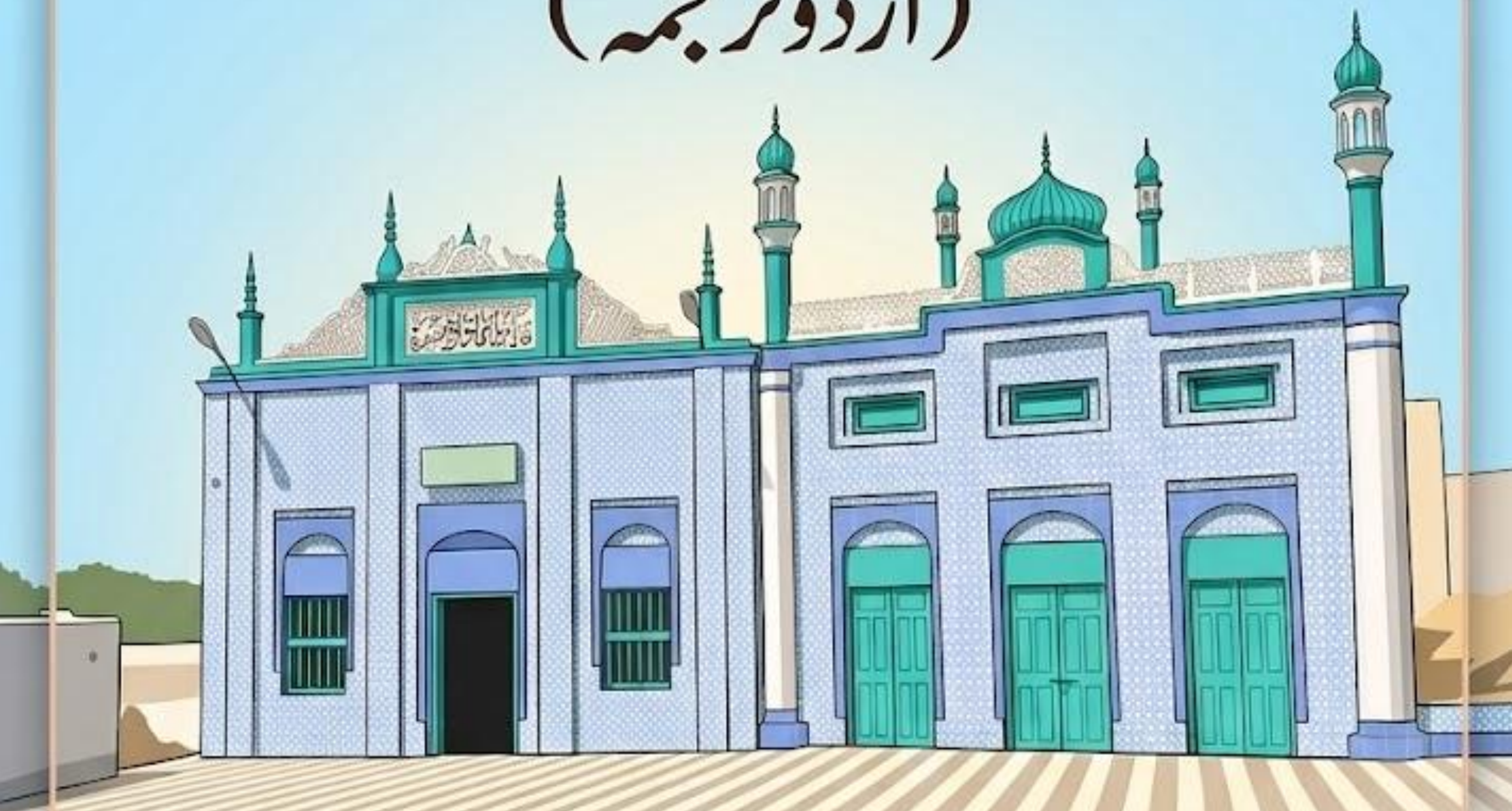
مثنوی رِیاضُ الفقر

(اردو ترجمہ)



صاحبِ تصنیف:

فقیر قادر بخش بیدل

مترجم:

طارق حیات لاشاری

مثنوی

رِیاضُ الفَقر

(اردو ترجمہ)

از

فقیر قادر بخش بیدل

مترجم

طارق حیات لاشاری

کتاب کا نام: مثنوی ریاض الفقر

کلام : فقیر قادر بخش بیدلؒ

مترجم: طارق حیات لاشاری

سال: 2026ع

کمپوزنگ: طارق حیات لاشاری

اشاعت: اول

ملنے کا پتہ: طارق حیات لاشاری

ہاؤس نمبر: 66/165، مہر محلہ، بھوسہ لائین، نیوپنڈ،

سکھر (سندھ)

واٹس ایپ نمبر: 03337116642

ای میل: tariq.lashari@gmail.com

فہرست

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنا اس ذاتِ بے نیاز کے لیے، جس نے اپنے عشق کی تجلی سے کائنات کے ذرے ذرے کو روشن کیا، اور درود و سلام اس ہستیِ مبارکﷺ پر، جن کی ذاتِ گرامی عرفانِ الٰہی کا کامل نمونہ ہے۔

تصوف کی راہ، خاردار بھی ہے اور گلزار بھی۔ یہ وہ سفر ہے جس میں 'خود' کو مٹانا پڑتا ہے تاکہ 'حق' کی پہچان ہو سکے۔ اس طویل اور دشوار گزار سفر میں اولیاء اللہ کے ارشادات اور ان کی عارفانہ شاعری، ایک چراغ کی مانند راستہ دکھاتی ہے۔ سندھ کے عظیم صوفی، صاحبِ کمال اور فقیرِ بے نوا، فقیر قادر بخش بیدلؒ کا شمار انہی روشن ستاروں میں ہوتا ہے، جن کا کلام محض شاعری نہیں، بلکہ دردِ دل کا بیان اور معرفت کی ایک پوری کتاب ہے۔

ان کی فارسی مثنوی "ریاض الفقر" محض الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ فقر کے ان باغات کی سیر ہے جہاں معرفت کے پھول کھلتے ہیں اور توحید کی خوشبو رچی بسی ہے۔ بیدلؒ نے اپنی جوانی کے عالم میں، جب وہ محض ستائیس برس کے تھے، اس مثنوی کو مکمل کیا؛ یہ وہ عمر ہے جہاں انسانی جذبات اور روحانی تجربات اپنے عروج پر ہوتے ہیں۔ یہ مثنوی قاضی پیر محمد جیسے صاحبانِ ذوق کے ہاتھوں سے منتقل ہوتی ہوئی آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

اس مثنوی کے نام کا انتخاب ہی اس کی گہرائی کا غماز ہے۔ "ریاض" (باغات) اور "الفقر" (استغنا و فقر) کا حسین امتزاج، اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ یہ کتاب ایک روحانی تربیت گاہ ہے۔ جس طرح ایک باغ میں داخل ہو کر انسان تھکن بھول کر سکون پاتا ہے، اسی طرح اس مثنوی کے مطالعے

سے سالک کے باطن کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کرنے اور عشقِ حقیقی کی راہ پر گامزن ہونے کا سامان میسر آتا ہے۔

یہ کتاب محض فارسی اشعار کی ایک بزم نہیں، بلکہ ایک روحانی تربیت گاہ ہے۔ فقیر بیدلؒ نے، جو اپنی شاعری میں سوز و گداز کے پیکر تھے، جب 1258 ہجری میں (صرف 27 سال کی عمر میں) اس مثنوی کی تکمیل کی، تو انہوں نے اپنی روح کی پوری توانائی اس میں انڈیل دی۔ یہاں ہر شعر ایک قدم ہے اور ہر باب سلوک کی ایک منزل۔ اس مثنوی میں بیدلؒ نے توحید، معرفتِ نبویؐ، عظمتِ اہل بیتِ اطہارؓ اور اولیاء اللہ کے فیضان کو ایسے لطیف پیرائے میں بیان کیا ہے کہ قاری کا دل دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو کر عشقِ حقیقی کی تپش محسوس کرنے لگتا ہے۔

اس مثنوی کی تاریخی حیثیت بھی کم مسحور کن نہیں ہے۔ 1264 ہجری میں قاضی پیر محمد کے ہاتھوں اس کی نقل، اور بعد ازاں 1924ء میں فقیر غلام علی مسرور کی کاوشوں نے اسے آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا۔ اس مثنوی کا آغاز جس استدعا سے ہوتا ہے، وہ عشقِ الٰہی کے پیاسوں کے لیے ایک نویدِ سحر ہے:

الا اے ساقی، پیمانۂ عشق
رحم بکشا بہ سوئے میخانۂ عشق

(اے ساقی! عشق کا پیمانہ لے آ، اور عشق کے مے خانے پر اپنی رحمت کی نظر فرما۔)

اس گراں قدر سرمائے کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کا سفر، جو جون 2020ء میں شروع ہوا تھا، آج 9 محرم 1448ھ (25 جون 2026ء) کو ایک منزل پر پہنچا۔ اس طویل عرصے میں، کئی بار تنک مزاجی اور جذباتی کیفیتوں سے گزرنا پڑا، مگر بیدلؒ کی روحانیت کا فیض تھا کہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

یہ ترجمہ کوئی حتمی دعویٰ نہیں، بلکہ ایک طفلِ مکتب کی حقیر سی کوشش ہے کہ بیدلؒ کے فارسی کلام کی لطافت اور اس کے روحانی مفاہیم کو اردو بولنے والے قارئین تک پہنچایا جائے۔ ترجمے میں کوشش کی گئی ہے کہ اصل مفہوم محفوظ رہے، تاہم بشری تقاضوں کے پیشِ نظر اگر کہیں کوئی کمی یا اغلاط رہ گئی ہوں، تو قارئینِ کرام اسے میری نارسائی سمجھ کر درگزر فرمائیں گے۔

دعا ہے کہ ربِ کائنات اس حقیر سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور بیدلؒ کے فیض سے ہمارے قلوب کو بھی منور کرے۔

فقیرِ راہِ معرفت،

طارق حیات لاشاری

25 جون 2026ء، سکھر۔

فقیر قادر بخش بیدل: ایک آفتابِ معرفت، ایک عہدِ روحانی

خاندان و نسب

سندھ کی تاریخی اور روحانیت سے معمور نگری ' روہڑی ' کی فضاؤں میں 1231ھ (1815ء) کا سال اس وقت یادگار ٹھہرا، جب ایک ایسی ہستی کا ظہور ہوا جس نے آگے چل کر تصوف اور ادب کے ایوانوں کو اپنی فکر سے روشن کرنا تھا۔ آپ کا اسمِ گرامی میاں عبدالقادر قریشی تھا، جو اپنی روحانی نسبتوں کے باعث "قادر بخش" کہلائے۔ آپ کے والدِ گرامی، خلیفہ محمد محسن، ریشم کے تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ ذوق بھی تھے اور میر جان اللہ شاہ ثانی جیسے جلیل القدر صوفیاء سے فیض یافتہ تھے۔ اسی روحانی بزم میں بیدلؒ کی تربیت ہوئی، جہاں انہوں نے دنیاوی تجارت کے بجائے "سودائے عشقِ حقیقی" کا سبق سیکھا۔ "بیدل" کا تخلص محض ایک لقب نہیں، بلکہ یہ اس حقیقت کی گواہی ہے کہ آپ نے اپنے باطن کو دنیاوی علائق سے آزاد کر کے صرف اور صرف ذاتِ الٰہی کی جستجو میں لگا دیا تھا۔

سلوک و معرفت

آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز پانچ برس کی عمر میں ہوا، مگر آپ کی روح ازل سے ہی کسی اور ہی پیاس کی حامل تھی۔ بارہ برس تک ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے باطنی مدارج طے کرنے کے لیے سید جان اللہ شاہ ثانیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کی روحانی زندگی میں ایک اہم موڑ اس وقت آیا جب آپ کو خواب میں حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی درگاہ پر حاضری کا اشارہ ملا۔ سیہون شریف کی اس حاضری نے آپ کے باطن کے دریچے ایسے کھولے کہ آپ کی زبان سے شاعری کا جو چشمہ جاری ہوا، وہ وقت کے بڑے بڑے اساتذہ کو بھی حیرت میں ڈال دینے کے لیے کافی تھا۔

ادبی مقام

فقیر بیدلؒ کی علمی و ادبی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو "شاعرِ ہفت زبان" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ عربی، فارسی، اردو، سندھی، سرائیکی، پنجابی اور ہندی زبانوں پر آپ کی دسترس نے آپ کے کلام کو ایک عالمگیر حیثیت عطا کی۔ سندھی ادب کے تاریخ ساز شعراء شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور سچل سرمستؒ کے بعد آپ کا نام ان چند ہستیوں میں آتا ہے جنھوں نے تصوف کی گہرائیوں کو شاعری کے پیرائے میں پرویا۔ آپ کے فرزندِ ارجمند، فقیر محمد محسن "بیکس"ؒ نے آپ کی اس روایت کو جس تواتر سے آگے بڑھایا، وہ باپ بیٹے کی ایسی انوکھی جوڑی ہے جس کی مثال سندھی ادب میں کم ہی ملتی ہے۔ آپ کی تقریباً 30 سے زائد تصانیف، جن میں "ریاض الفقر" جیسی شاہکار مثنوی بھی شامل ہے، آج بھی سالکینِ راہِ فقر کے لیے ایک مکمل نقشۂ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

وصال و فیض

1873ء (1289ھ) میں آپ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، لیکن آپ کا فیض آج بھی روہڑی کی سرزمین پر ایک سدا بہار چشمے کی طرح جاری ہے۔ آپ کا مزارِ پر انوار، جہاں آپ کے فرزند "بیکس"ؒ آرام فرما ہیں، اہل دل کا مرکز ہے۔ ہر سال آپ کا عرس مبارک عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے، جس میں سندھ بھر سے ہزاروں زائرین اور صوفی فنکار شرکت کر کے آپ کے کلام سے اپنے باطن کو سیراب کرتے ہیں۔

آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اس حقیقت کا مظہر تھا کہ انسان جب اپنی "انا" کو فنا کر دیتا ہے، تو کائنات کی تمام تر حکمتیں اس کے قلب میں جاگزیں ہو جاتی ہیں۔ آج بیدلؒ کا کلام، خصوصاً

"ریاض الفقر"، ان تمام متلاشیانِ حق کے لیے مشعلِ راہ ہے جو دنیا کی آلائشوں سے دور، فقر کی ان بلند منزلوں تک پہنچنا چاہتے ہیں جہاں معرفتِ الٰہی کا نور ہمیشہ چمکتا رہتا ہے۔

مقدمہ: مثنوی ریاض الفقر—ایک عرفانی اور ادبی تجزّیہ

تمہید تصوف اور طریقت کی دنیا میں شاعری محض قافیہ و ردیف کا ملاپ نہیں، بلکہ یہ روح کی وہ ازلی پکار ہے جو زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر معشوقِ حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب "مثنوی ریاض الفقر"، جو صوفیِ باصفا فقیر قادر بخش بیدل (فقیر عبدالقادر) کی لکھی ہوئی معرکہ آرا تخلیق ہے اور جسے مترجم طارق حیات لاشاری نے ۲۰۲۰ء میں اردو قالب میں ڈھالا ہے، معرفتِ الٰہیہ اور اسرارِ توحید کا ایک ایسا بحرِ بے کنار ہے جس کی ہر موج سالکِ راہِ حق کے لیے ہادی و رہبر کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ مثنوی محض الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ قلبِ بیدل سے نکلی ہوئی وہ نغمگی ہے جو عقلِ جزوی کی عمارت کو منہدم کر کے عشقِ سرفراز کی بنیادوں کو مستحکم کرتی ہے۔

۱۔ مثنوی کا فکری و عرفانی پس منظر: کثرت سے وحدت کا سفر

"مثنوی ریاض الفقر" کا بنیادی فکری محور انسان کو اس کی مادی کثافتوں (کثرت) سے نکال کر خالقِ حقیقی کی تجلیات (وحدت) میں گم کرنا ہے۔ بیدل کے نزدیک انسانی روح آشیانۂ قدس کا وہ پرندہ ہے جو اس مادی جسم (قفسِ اشباح) میں قید ہو کر اپنے ازلی ذوقِ دیدار کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ وہ ساقیِ عشق سے التجا کرتے ہیں کہ اس مادی حجاب کو ہٹا کر روح کو انوارِ الٰہیہ سے منور کر دے، تاکہ خواہشاتِ نفسانی کے دیو کا سر قلم کیا جا سکے۔

تصوف کے مشکل ترین مراحل، جیسے "فنا فی اللّٰہ" اور "بقا باللہ"، کو بیدل نے اس مثنوی میں نہایت سہل اور دلنشین انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک حقیقی زندگی وہ ہے جو اپنی ہستی کو محبوبِ حقیقی کی ذات میں مٹا کر حاصل کی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح سورج کے طلوع ہونے سے سایہ ناپید ہو جاتا ہے، اسی طرح جب ذاتِ حق کا خورشیدِ اثبات چمکتا ہے تو سالک کی مادی ہستی مات ہو جاتی ہے۔

۲۔ ساخت اور مضامین کا جائزہ

یہ مثنوی ایک باقاعدہ اور روایتی عرفانی ساخت پر استوار ہے، جس میں صعودِ روحانی کے تمام مراتب کو ترتیب وار پیش کیا گیا ہے:

• **حمدِ باری تعالیٰ:** کتاب کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے ہوتا ہے، جو کائنات کے بستان کو بہار بخشنے والا ہے۔ بیدل مظاہرِ فطرت (جیسے نرگس، لالہ، سنبل اور شمشاد) میں الٰہی حسن کا عکس دیکھتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز کو اس کے حکم کے سامنے مضطرب پاتے ہیں۔

• **نعتِ رسولِ مقبول ﷺ:** بیدل حضورِ اکرم ﷺ کو نورِ تجرد کا مطلع اور تخلیقِ کائنات کی اصل قرار دیتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے سفرِ معراج کا تذکرہ نہایت ماہرانہ اور فلکیاتی اصطلاحات (بروج اور ستاروں کے احوال) کے ساتھ کرتے ہیں، جہاں آپ ﷺ دائرۂ تمکن سے نکل کر اسرارِ بے چوں کے نشے میں مست ہوئے اور قابِ قوسین کی مسند پر متمکن ہوئے۔

• **منقبتِ اصحابِ کرام و اہلِ بیتؑ:** شریعت کے تخت کے چاروں ستونوں (ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم) کی مدح سرائی کے بعد، بیدل نے حسنینِ کریمین علیہما السلام کی ذاتِ گرامی سے اپنی بے پناہ ارادت کا اظہار کیا ہے۔ وہ امام حسینؑ کو چراغِ احمدی اور شاہِ کربلا لکھتے ہیں اور آلِ رسول ﷺ کے دشمنوں پر سخت ملامت کرتے ہیں۔
• **مشائخِ عظام کی عقیدت:** غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، لعل شہباز قلندرؒ، شاہ خیرالدینؒ (جن کے قدموں سے سکر/سکھر بغداد کی طرح بلند مرتبہ ہوا) اور نقشبندی سلسلے کے شیخِ ثانی کی مدح صوفیانہ ادب کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

۳۔ گیارہ مقالات اور تمثیلات کا کائناتی مطالعہ

کتاب کا مغز اس کے گیارہ مقالات ہیں، جن میں بیدل نے احادیثِ قدسیہ اور قرآنی آیات کی صوفیانہ تشریح تمثیلوں اور کہانیوں کے ذریعے کی ہے:

1. **مقالہ اول (توبیخِ طائرِ ارواح):** روح کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے "دو شاہینوں" کی حکایت پیش کی گئی ہے، جہاں ایک شاہین بادشاہ کی یاد میں رہتا ہے اور دوسرا الوؤں کی صحبت میں پرواز بھول جاتا ہے۔

2. **مقالہ دوم (عشق اور شہادت):** حدیثِ قدسی "من عشقنی فقتلته" کے تحت حضرت زکریا علیہ السلام کے امتحانِ عشق اور تسلیم و رضا کو بیان کیا گیا ہے، جہاں موت ہی دائمی وصال کا ذریعہ بنتی ہے۔

3. **مقالہ سوم (فوتِ انفاس):** سانسوں کے غفلت میں ضائع ہونے کو انبیاء کے قتل کے برابر قرار دیا گیا ہے، اور اس ضمن میں شیخ منصور حلاج اور باطن شناس دایہ کی معرفت انگیز حکایت درج ہے۔

4. **مقالہ چہارم (قربِ نوافل):** انسان کے اللہ کا راز ہونے کی تشریح کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عیادتِ بیمار کے عتاب پر مبنی مکالمہ پیش کیا گیا ہے۔

5. **مقالہ پنجم (نورِ بصیرت):** ظاہری علم (عقل) اور باطنی علم (عشق) کا موازنہ ایک خود پسند دانشمند اور صاحبِ دل ولی کے مناظرے سے کیا گیا ہے۔

6. **مقالہ ششم (تجلیِ ذات):** بایزید بسطامی کے ایک مرید کی حکایت کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ جب حق کی شمعِ تجلی روشن ہوتی ہے تو سالک کا وجود پروانے کی طرح راکھ ہو جاتا ہے۔

7. مقالہ ہفتم (علمِ صوفی): مولوی رومی کے مصرعے کی تشریح میں بایزید بسطامی کے خلوت خانے اور مقامِ "انا النار" (لوہے کا آگ میں سرخ ہونا) کا فلسفہ بیان ہوا ہے۔

8. مقالہ ہشتم (آیتِ نور کی تفسیر): خاکی جسم کو مشکوۃ اور قلبِ پاک کو سراج قرار دیتے ہوئے شاہ شرف بوعلی قلندر کے ترکِ سر اور فنا کا تذکرہ ہے۔

9. مقالہ نہم (مقامِ عماء): کائنات کی تخلیق سے پہلے خدا کی حالتِ تنہائی (ہاہوت) اور روحوں کے مابین ازلی قیل و قال کا بیان ہے۔

10. مقالہ دہم (فسخِ عزائم): حضرت علیؑ کے قول "میں نے اپنے رب کو ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا" کی روشنی میں شیخ جنید بغدادی اور نفسِ امارہ کی مخالفت کا ذکر ہے۔

11. مقالہ یازدھم (صبر اور خاموشی): "ان اللہ مع الصابرین" کے تحت گونگے شہزادے اور پرندے کا قصہ ہے، جو یہ سکھاتا ہے کہ اسرارِ الٰہی کو عام لوگوں کے سامنے فاش نہیں کرنا چاہیے اور زبان پر تالا لگانا ہی قرینِ مصلحت ہے۔

۴۔ لہری (روہڑی) کا ذکر اور دنیا کی مذمت

مثنوی کے آخری حصے میں بیدل نے "لہری" روہڑی کی پاکیزگی، مزاراتِ اولیاء اور وہاں کے باصفا لوگوں کا تذکرہ ایسے دلکش انداز میں کیا ہے جیسے وہ جنتِ عدن کا کوئی ٹکڑا ہو۔ اس کے فوراً بعد وہ دنیا کی ناپائیداری اور مذمت کا باب باندھتے ہیں، جہاں وہ قارئین کو یاد دلاتے ہیں کہ حضرت آدمؑ، نوحؑ، سلیمانؑ، فرہاد و شیریں، وامق و عذرا اور سکندرِ اعظم جیسے جاہ و حشم والے خاک کا ڈھیر ہو گئے؛ لہٰذا موت سے پہلے مر جانا (ترکِ دنیا) ہی اصل عبادت ہے۔

۵۔ اسلوبیاتی اور ادبی خصوصیات

ادبی نقطہِ نظر سے یہ مثنوی فارسی صوفیانہ شاعری (بالخصوص مثنویِ رومی) کے نقشِ قدم پر لکھی گئی ہے، جس میں بیدل نے عجز کا اظہار کرتے ہوئے خود کو روشن کلام شعراء کے دسترخوان کا گداگر کہا ہے۔ تاہم، ان کی فکر کی شگرفی، استعاروں کا انتخاب (جیسے جامِ مستی، صہبائے قدم، طوقِ شوق) اور ہر مقالے کے بعد ایک پردرد غزل کا اضافہ اس مثنوی کو فنی اعتبار سے اچھوتا اور بے نظیر بناتا ہے۔

مترجم طارق حیات لاشاری نے ۱۲۵۰ھ کے اس کلام کو جس شگفتہ اور ماہرانہ اردو میں منتقل کیا ہے، اس سے کتاب کی اصل روح برقرار رہی ہے اور فارسی سے ناواقف قارئین کے لیے بھی عرفان کے دروازے کھل گئے ہیں۔

"مثنوی ریاض الفقر" محض ایک کتاب نہیں، بلکہ دلوں کے زنگ کو دور کرنے والا صیقل ہے۔ بیدل کی تڑپ اور مناجات سالکِ راہ کو ابدی سکون کی طرف بلاتی ہیں۔ یہ مقدمہ اس یقین کے ساتھ تحریر کیا جا رہا ہے کہ یہ کتاب ادب کے طالب علموں کے لیے ایک گراں قدر سرمایہ اور صوفیاء کے لیے ایک مصفا قندیل ثابت ہوگی، جو اندھیرے دلوں کو نورِ معرفت سے منور کرتی رہے گی۔

عظمت علی سعیدی

صادق آباد، پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی ریاض الفقر

الا ای ساقیِ پیمانۂ عشق
رہم بکشائے سوی میخانۂ عشق

اے عشق کے جام پلانے والے ساقی! میرے لیے عشق کے میخانے کا راستہ کھول دے۔

رسان بویِ محبت در دماغم
لبالب شوقِ خود گردان ایاغم

میری عقل و فہم میں محبت کی مہک بسا دے اور میرے شوق کے پیالے کو اپنی طلب سے لبریز کر دے۔

ز کثرت سویِ وحدت مجتذب باش
قرار بخشِ جانِ مضطرب باش

تُو کثرت (خلق) سے نکل کر وحدت (خالق) کی طرف کھنچتا چلا جا اور میری بے چین روح کو قرار عطا فرما۔

نقابِ تن ز وی جان براَفگن

ز نورِ جان جہاں را ساز روشن

اس روح سے جسم کا نقاب ہٹا دے اور اپنی ذات کے نور سے اس عالمِ ہستی کو منور کر دے۔

بدہ تیغِ بکف عشقِ سرفراز
ز تن دیوِ دنی را گو سرانداز

مجھے عشقِ سرفراز کی تلوار عطا کر تاکہ میں اپنے وجود سے دنیا کے دیو (خواہشاتِ نفس) کا سر قلم کر سکوں۔

گمان را مرتفع ساز از یقینم
کہ تا عکسِ رخِ مقصود بینم

میرے یقین کے ذریعے گمانوں کے پردے ہٹا دے تاکہ میں اپنے محبوبِ حقیقی (مقصود) کے رخِ انور کا عکس دیکھ سکوں۔

دلِ بے عشق خانہ بے چراغ است
چو عشرت‌خانہ گو بے ایاغ است

جس دل میں عشق نہ ہو وہ ایسے ہی بے چراغ گھر کی مانند ہے، جیسے کوئی بزمِ عیش بغیر جام و سبو کے ویران ہو۔

بیفروز آن چراغِ وجدِ ارواح
کہ تا منفی شود ظلماتِ اشباح

روحوں کے وجد کا وہ چراغ روشن کر دے، تاکہ جسمانیت کے تاریک اندھیرے (ظلماتِ اشباح) فنا ہو جائیں۔

چنان مضراب زن بر ارغنونم
کہ بربايد بگل بانگِ جنونم

میرے دل کے ساز (ارغنون) پر ایسی ضرب لگا کہ میری آواز اور میرے جنون کا نغمہ ہر طرف گونج اٹھے۔

بجامِ من فگن صهباىِ مستی
کز و ویران شود معمارِ ہستی

میرے جام میں ایسی مستی کی شراب ڈال کہ جس سے میری خودی اور ہستی کا سارا نقشہ ہی بدل جائے (اور میں فانی ہو جاؤں)۔

اساسِ عشق را محکم قدم ساز
بنائے عقلِ جزوی منہدم ساز

عشق کی بنیادوں کو مستحکم کر دے اور میری عقلِ جزوی (جو صرف دنیاوی معاملات تک محدود ہے) کی عمارت کو ڈھا دے۔

صلا ده میخانہ را بجامی
غزالی بیدلان افگن بدامی

اپنے جام سے میخانے کو بلاوا دے، اور دل باختہ (بیدل) لوگوں کی روح کو اپنی محبت کے دام میں گرفتار کر لے۔

بہ از طوقِ طلا غلِ عشقت
بہ از صد احترامی ذلِ عشقت

تیری محبت کا طوق سونے کے ہار سے کہیں بہتر ہے؛ اور تیری محبت میں جو ذلت (عاجزی) ہے، وہ دنیاوی سو عزتوں سے بڑھ کر ہے۔

چو لالہ داغدارِ شوقِ خود کن
چو قمری بستہ طوقِ ذوقِ خود کن

مجھے لالہ کی طرح اپنے شوق کے داغ سے بھر دے اور قمری کی مانند مجھے اپنے ذوق کے طوق میں جکڑ لے۔

چو بلبل روزِ ما صرفِ فغان دار
شبم چون شمع در سوزِ نہان دار

میرے دن کو بلبل کی طرح فریاد اور نالوں میں بسر کر اور میری رات کو شمع کی مانند اندرونی سوز میں گزار۔

مگردان نقدِ عمرم تلفِ اغیار
رسان در دستِ نقدِ قربِ دلدار

میری زندگی کے قیمتی سرمائے کو غیروں کی نذر ہونے سے بچا لے، اور مجھے اپنے محبوبِ حقیقی کے قرب کی دولت عطا کر۔

بساحل ماندہ‌ام لب تشنہ در ریگ
ز بے آبی درون بر نار چون دیگ

میں ساحل پر ریت میں پیاسا رہ گیا ہوں؛ اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے میرا باطن آگ پر رکھی ہوئی دیگ کی طرح جوش کھا رہا ہے۔

زبانی را عطا بفرست سیلاب
کزین ریگم برد با خود سوی آب

اے [خدا]! میری زبان (میری پکار) پر فضل و کرم کا سیلاب بھیج؛ تاکہ اس سیلاب کے زور سے مجھے ان (خواہشات کی) ریگ زاروں سے نکال کر اپنے (وصال کرے) پانی کی طرف لے جائے۔

زبانِ پر سجۂ دل پر ریو مپسند
بسر تختِ سلیمان دیو مپسند

اپنے دل کی سچی عبادت (سجدہ) پر دنیاوی فریب کو پسند نہ کر، اور سلیمانؑ کے تخت پر کسی دیو (نفس) کو براجمان نہ ہونے دے۔

بدستم خاتمِ تحقیق بسپار
کز و دیوِ دنی گردد نگوسار

میرے ہاتھ میں تحقیق کا انگوٹھی (نشان) تھما دے، تاکہ اس کی برکت سے دنیاوی دیو (خواہشات) سرنگوں ہو جائے۔

بریشِ سینۂ ریشم نمک ریز

بدل از عشق شورِ محشر انگیز

میرے زخمی سینے پر (وصال کا) نمک چھڑک دے، اور میرے دل میں عشق کا ایسا شور پیدا کر دے جو محشر بپا کر دے۔

تحرک ده سکونِ پروازیم را
بشور آور رگِ دمسازیم را

میری پرواز کے سکون کو جنبش عطا کر، اور میری روح کی رگوں میں اپنی دوستی کا شور بپا کر دے۔

ز دمسازی درم مفتخر ساز
ز ہمرازی دانشِ دل بپرداز

اپنی قربت و ہمراہی سے مجھے سرفراز کر دے، اور اس ہمراہی کے ذریعے مجھے دل کی معرفت (دانش) عطا فرما۔

بفرقم نہ کلاہِ دردمندی
برون آور ز چاہِ خود پسندی

میرے سر پر دردِ عشق کا تاج رکھ دے، اور مجھے خود پسندی کے گہرے کنویں سے باہر نکال لے۔

پرستارِ دلِ دیوانہ گردان
ز تدبیرِ جہاں بیگانہ گردان

مجھے اپنے دیوانے دل کا پرستار بنا دے، اور مجھے دنیا کی تدبیروں (حساب کتاب) سے بیگانہ کر دے۔

ز برقِ عشق سوزاں خرمنم را
بساز از شوق پُر گل دامنم را

عشق کی بجلی سے میرے (اعمال کے) خرمن کو جلا دے، اور میرے دامن کو شوق کے پھولوں سے بھر دے۔

چو غنچۂ چاک زن در جیبِ جانم
کز و آراستہ گردد بوستانم

میری روح کے گریبان کو غنچے کی طرح چاک کر دے، تاکہ اس سے میرا باطنی باغ (روحانیت) آراستہ ہو جائے۔

سوا دیدہ ز اشکِ آتشین شوی
ز لوحِ دل حروفِ این و آن شوی

میری آنکھوں کو اشکِ آتشیں سے دھو ڈال، تاکہ میرے دل کی تختی سے 'غیر' (یہ اور وہ) کے حروف مٹ جائیں۔

نظَر را فائز از نظارۂ جان کن
نہانِ خود بچشمِ دل عیان کن

اپنی نظر کو محبوبِ حقیقی کے دیدار سے سرفراز کر دے؛ اور اپنی باطنی حقیقت کو دل کی آنکھ سے آشکار کر لے۔

دلم ز اندیشۂ عالم تہی ساز
ز نورِ معرفت پُر آگہی ساز

میرے دل کو دنیاوی خیالات سے خالی کر دے؛ اور اسے نورِ معرفت سے لبریز کر کے حقائق سے آگاہ کر دے۔

مکش از حلقۂ غم دیدگانم
در آور در طریقِ عاشقانم

مجھے غم کے حلقے سے باہر نہ نکال؛ (بلکہ) مجھے عاشقوں کے راستے میں شامل کر لے۔

صراطِ المستقیمِ عشق بنمائے
رہِ اشواق بر گم گشتہ بگشائے

مجھے عشق کا سیدھا راستہ (صراطِ مستقیم) دکھا دے؛ اور گمراہوں (یا محبت کی راہ بھٹکے ہوئے لوگوں) پر شوق کی راہ کھول دے۔

مدار از قربِ جان محروم مارا
مکن در غافلان مرقوم مارا

ہمیں اپنی جان کے قرب سے محروم نہ رکھ؛ اور ہمیں غافلوں (بے خبروں) کی فہرست میں شامل نہ کر۔

صبوحِ غم بجامِ خاطرم ریز
رحیقِ دردِ خود در ساغرم ریز

غم کی صبح کا جام میرے دل میں انڈیل دے؛ اور اپنے درد کی خالص شراب میرے پیالے میں بھر دے۔

دلم از ذوقِ وحدت دور مانده
بکثرت سر بسر مهجور مانده

میرا دل ذوقِ وحدت سے دور رہ گیا ہے؛ اور کثرتِ (دنیاوی) الجھنوں میں پوری طرح ہجر و جدائی کا شکار ہو گیا ہے۔

شده رہونِ بیادِ تن دلِ من
نگشتہ حل ہزاران مشکلِ من

میرا دل جسم (کی خواہشات) کی یاد میں رہن (قید) ہو گیا ہے؛ اور میری ہزاروں مشکلات حل نہ ہو سکیں۔

رہائی ده ز رہنِ جسم جان را
قضا کن حاجتِ دلدار گان را

میری روح کو جسم کی قید سے رہائی عطا فرما؛ اور اپنے چاہنے والوں (دلدار گان) کی حاجت پوری کر دے۔

ز نا کوشیدنم کاری بتر شد
ہمان در بوسِ عمرم بر سر شد

میری بے عملی (جدوجہد نہ کرنا) مزید خرابی کا باعث بن گئی؛ اور میری عمر کا وہی حصہ (غفلت میں) گزر گیا۔

چنان در شوق گردان عزمِ دل چست
کہ از دستِ تعلق میتوان جست

میرے دل کے عزم کو شوق میں اتنا مستحکم کر دے؛ کہ میں دنیاوی تعلقات کے ہاتھ سے (آسانی سے) نکل سکوں۔

بیاموزان بجان رسمِ فنائی
کہ تا یابد کنوزِ آشنائی

میری روح کو فنا ہونے کا طریقہ سکھا دے؛ تاکہ وہ (محبوبِ حقیقی کی) معرفت کے خزانے پا سکے۔

گلی‌ام در گلستانِ ظہورات
امان بخشم ز دستِ صرصرِ آفات

میں ظہورات کے گلستان میں ایک پھول کی مانند ہوں؛ مجھے آفات کی تند و تیز ہوا (صرصر) کے ہاتھوں سے امان عطا فرما۔

عروسِ حسن را کن چہرہ افروز

دلم را از وصالش حیرت اندوز

حسن کی دلہن (حقیقت) کا چہرہ روشن کر دے؛ اور میرے دل کو اس کے وصال سے حیرت و استغراق میں ڈوبنے کی دولت عطا کر۔

چمن چمن سپاس مر بہارِ پیرائیِ ریاض یعنی رب الناس را کہ عندلیبِ السنہ نغمہ پردازانِ سخندانی از عجزِ نا ادائیِ زمزمہ ہائیِ توصیفش باوجودِ دہ زبانیِ غنچہ دہانی را بکار بردہ و قمریِ بلند طبایعِ آوازانِ معانی از تقصیرِ ناتمامیِ نغماتِ تمدحش باثباتِ روشن بیانی طوقِ لسانی در گلو کردہ

اس ربِ کائنات (رب الناس) کے لیے چمن در چمن حمد و ثنا ہو، جو (کائنات کے) گلزار کو بہار بخشنے والا ہے۔ وہ رب جس کی حمد و ثنا کے گیت گانے میں سخن دانوں کی زبانیں (جو عندلیب کی طرح نغمہ گر ہیں) اپنی عاجزی و بے بسی کا اقرار کرتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ غنچہ دہن (گل) دس زبانیں بھی استعمال کر لیں، پھر بھی اس کی توصیف بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ بلند طبیعت کے مالک جو معانی کے ترانے گاتے ہیں، وہ بھی اس کی تعریف کے نغمات کو مکمل کرنے میں اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے، اس کے روشن بیان کی دلیل کے طور پر اپنی زبانوں میں عاجزی کا طوق پہنے ہوئے ہیں۔

ہزاران شکرِ دارائے جہاندار
کہ کرد از ذاتِ خود ما را پدیدار

اس جہان کے مالک (خدا) کا ہزاروں بار شکر ہے، جس نے اپنی ذاتِ پاک سے ہم (انسانوں) کو وجود بخشا۔

بصورت گرچہ شکلِ آب و خاکیم
بمعنی مطلعِ آن نورِ پاکیم

اگرچہ ظاہری طور پر ہم مٹی اور پانی (خاکی جسم) سے بنے ہیں، لیکن باطنی طور پر ہم اُس نورِ پاک کا مطلع (طلوع ہونے کی جگہ) ہیں۔

خداوندی کزو دل زندگی یافت
دمِ روشندلان پائندگی یافت

وہ خدا جس سے دل کو حیات ملی اور جس کے دم سے روشن ضمیر لوگوں (اولیاء) کو بقا اور پائندگی نصیب ہوئی۔

چمن پیرائیِ بستانِ مظاہر
برنگ آمیزی در و جواہر

وہی (خدا) مظاہر (کائنات) کے باغ کو سجانے والا ہے، اور وہی در و جواہر میں رنگ بھرنے والا ہے۔

بہ نرگس ابرِ جودش داد آبی
کہ شد مخمور لیکن جز شرابی

اس کے جود و کرم کے بادل نے نرگس (کے پھول) کو ایسا آب (پانی/شان) دیا، کہ وہ مخمور تو ہو گئی لیکن (اس کا نشہ صرف) شرابِ الٰہی ہی کا ہے۔

رخِ گل را بآبِ شبنم شست
ز قربِ لالہ دادش جام در دست

اس نے پھول کے رخسار کو شبنم کے پانی سے دھویا، اور لالہ کو (اپنے) قرب کی وجہ سے (خوشی کا) جام ہاتھ میں تھما دیا۔

بلطفش تدرِ شمشاد نو خاست
قبائی نازکی بر خود کند راست

خدا کے لطف سے شمشاد (سرو کا درخت) کا نیا تنا پیدا ہوا؛ جس نے اپنے وجود پر لطافت کی ایک نازک قبا زیبِ تن کر رکھی ہے۔

ز تابِ زلفِ پیچاپیچ سنبل
بنو افزوده حسنِ عارضِ گل

سنبل (پھول) کی بل کھاتی ہوئی زلفوں (پنکھڑیوں) کی تاب نے، گل (پھول) کے رخسار کے حسن میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

جمالِ ارغوانرا جلوهٔ داد
لبِ غنچہ بیادِ خویش بگشاد

اس نے ارغوانی پھول کو جمال کا جلوہ عطا کیا؛ اور غنچے کے لبوں کو اپنی یاد میں کھول دیا۔

بسرو آموخت آئینِ لطافت
قیامش داد در راہِ سخافت

اس نے سرو کے درخت کو لطافت کا آئین سکھایا؛ اور اسے (اس کی) سیدھی کھڑی قامت کے ذریعے فیاضی کی راہ دکھائی۔

بسبزۂ کسوتِ خضرا عطا کرد
رخش ز آلایشِ کثرت صفا کرد

اس نے سبزے کو سبز لباس عطا کیا؛ اور اس کے رخ کو کثرت (دنیاوی آلائشوں) کی میل سے پاک کر کے شفاف بنا دیا۔

بہ پیشِ صدمتِ انگیزی کلامش
کشودہ دہ زبانِ لب بنامش

اس کے کلام کی تاثیر و ہیبت کے سامنے؛ ہر لب نے اس کے نام کا ورد کرنے کے لیے زبان کھول دی ہے۔

بلطفش تدرِ شمشاد نو خاست
قبائی نازکی بر خود کند راست

خدا کے لطف سے شمشاد (سرو کا درخت) کا نیا تنا پیدا ہوا؛ جس نے اپنے وجود پر لطافت کی ایک نازک قبا زیبِ تن کر رکھی ہے۔

ز تابِ زلفِ پیچاپیچ سنبل
بنو افزوده حسنِ عارضِ گل

سنبل (پھول) کی بل کھاتی ہوئی زلفوں (پنکھڑیوں) کی تاب نے، گل (پھول) کے رخسار کے حسن میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

جمالِ ارغوانرا جلوۂ داد
لبِ غنچہ بیادِ خویش بگشاد

اس نے ارغوانی پھول کو جمال کا جلوہ عطا کیا؛ اور غنچے کے لبوں کو اپنی یاد میں کھول دیا۔

بسرو آموخت آئینِ لطافت
قیامش داد در راہِ سخافت

اس نے سرو کے درخت کو لطافت کا آئین سکھایا؛ اور اسے (اس کی) سیدھی کھڑی قامت کے ذریعے فیاضی کی راہ دکھائی۔

بسبزۂ کسوتِ خضرا عطا کرد
رخش ز آلایشِ کثرت صفا کرد

اس نے سبزے کو سبز لباس عطا کیا؛ اور اس کے رخ کو کثرت (دنیاوی آلائشوں) کی میل سے پاک کر کے شفاف بنا دیا۔

بہ پیشِ صدمتِ انگیزی کلامش
کشودہ دہ زبانِ لب بنامش

اس کے کلام کی تاثیر و ہیبت کے سامنے؛ ہر لب نے اس کے نام کا ورد کرنے کے لیے زبان کھول دی ہے۔

عنادل عکسِ او در صورتِ گل
تماشا کردہ و آمد بغلغل

بلبلوں نے پھول کی صورت میں اس کے عکس کا مشاہدہ کیا؛ اور (اس جمال کو دیکھ کر) شور و غل مچا دیا۔

طیورِ نغمہ پردازانِ گلزار
نوائیِ نادر آوردہ بگفتار

گلزار کے نغمہ پرداز پرندوں نے؛ اپنی زبان میں نادر اور انوکھی آوازیں (نغمے) پیدا کر دی ہیں۔

چو شد مشاطہ صنعش فتنہ انگیز
دلِ ہر وضع بین شد راحت آمیز

جب اس کی صناعی (خلقِ عالم) کا مشاطہ (سنوارنے والا) فتنہ انگیز ہوا؛ تو ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والے کا دل راحت و سکون سے بھر گیا۔

ز جذبِ حکمِ او ہر چیز ہرکس
چو گو از ضربِ چوگان مضطرب بس

اس کے حکم کے جذب سے ہر چیز اور ہر شخص؛ چوگان کی ضرب سے گیند کی طرح بے چین و مضطرب ہے۔

جمالش شمعِ حسن صورت افروخت
جلالش جانِ من پروانہ سان سوخت

اس کے جمال نے شمعِ حسن کی صورت کو روشن کیا؛ اور اس کے جلال نے میری جان کو پروانے کی طرح جلا دیا۔

جمالش گلشنِ فردوس آراست
جلالش رونقِ تفریحِ دل کاست

اس کے جمال نے جنت کے گلشن کو آراستہ کیا؛ اور اس کے جلال نے دل کی تفریح کی رونق کو گھٹا دیا۔

جمالِ او بعالم جلوہ گر شد
جلالِ او بانداز سمر شد

اس کا جمال عالم میں جلوہ گر ہوا؛ اور اس کا جلال قصے کہانیوں (سمر) کے انداز میں (مذکور) ہوا۔

ز اثباتش ثباتِ ہر وجود است
شہودش بین کہ قائم در وجود است

اس کے اثبات سے ہی ہر وجود کو ٹھہراؤ (ثبات) حاصل ہے؛ اس کے شہود (مشاہدے) کو دیکھ کہ وہ ہر وجود میں قائم ہے۔

وجودش بیوجودم بود موجود
کنون ز آئینۂ فطرت گشت مشہود

اس کا وجود میرے وجود کے بغیر بھی موجود تھا؛ اب وہ فطرت کے آئینے سے (سب پر) ظاہر اور مشہود ہو گیا ہے۔

وجودِ اوست مثبتِ ہستیِ ما
شرابِ اوست باعثِ مستیِ ما

اسی کا وجود ہماری ہستی کو ثابت کرتا ہے؛ اور اُسی کی شراب (تجلی) ہماری مستی کا سبب ہے۔

زہی ہستی کزو موجود ہر نیست
وگر محرم شوی جز او دگر نیست

وہ کیسی ہستی ہے جس سے کوئی بھی چیز موجود نہیں (یعنی سب کچھ اسی کا ظہور ہے)؛ اور اگر تو (اس راز کا) محرم بن جائے، تو تجھے اس کے سوا کچھ اور دکھائی نہیں دے گا۔

ز ہر روزن سری بیرون کشیده
چو بوئی گل ز خود بیرون دویده

اس نے ہر کھڑکی (مظہر) سے اپنا سر باہر نکالا ہے؛ جس طرح پھول کی خوشبو خود سے باہر نکل کر پھیل جاتی ہے۔

ہزاران ذرہ زان خورشید در تاب
ہزاران قطرہ زان دریا بگرداب

اس ایک سورج (خدا) سے ہزاروں ذرے (مخلوقات) چمک رہے ہیں؛ اور اس ایک دریا سے ہزاروں قطرے بھنور میں گھوم رہے ہیں۔

ہزاران مہ جبینان روشن از وی
دلِ اندوہگیناں گلشن از وی

ہزاروں مہ جبین (حسین) اسی کے نور سے روشن ہیں؛ اور غمزدہ دلوں کے گلشن بھی اسی سے آباد ہیں۔

ہزاران گلرخان و سروِ بالا
ز ابرِ رحمتش گشتند رعنا

ہزاروں گل رخسار اور سرو جیسی قد آور ہستیاں؛ اس کی رحمت کے بادل سے ہی رعنائی و خوبصورتی حاصل کرتی ہیں۔

برخسارِ پری‌رویانِ عالم
عطا کرد آب و رنگِ حسنِ اعظم

اس نے عالم کے پری چہروں کے رخساروں پر؛ اپنے حسنِ اعظم کا پانی اور رنگ عطا کیا ہے۔

عروسِ حسن را با زیورِ ناز

بحجلۂ نازکی شد جلوہ پرداز

حسن کی دلہن کو ناز و انداز کے زیور پہنا کر؛ نزاکت کے حجرے (خلوت کدے) میں جلوہ آراء کیا گیا۔

از رویش کرد رخشان آفتابی
کہ تا آرد دلِ عالم بیتا بی

اس نے اپنے چہرے سے ایک ایسا آفتاب روشن کیا؛ جس سے عالم کے دل میں بے تابی پیدا ہو جائے۔

ز گیسو داد در دستش کمندی
کہ تا آرد دلِ عاشق بہ بندی

اس نے زلفوں سے (عاشق کے) ہاتھ میں ایک کمند دی؛ تاکہ وہ عاشق کے دل کو زنجیر کر سکے۔

دو چشمش کرد مخمور از شرابی
کہ تا سازد دلِ مستان خرابی

اس کی دو آنکھوں کو شراب (ِ عشق) سے مخمور کر دیا؛ تاکہ وہ مستانوں (عاشقوں) کے دلوں کو برباد (فنا) کر دے۔

دو ابرویش ہلالِ عیدِ جان ساخت
کہ انگشتِ نما روشن دلان ساخت

اس کی دو بھووں کو جان کے لیے عید کا ہلال (نیا چاند) بنا دیا؛ تاکہ وہ روشن دلوں (صاحبِ بصیرت) کی انگشتِ نما (توجہ کا مرکز) بن جائے۔

ز مژگانش بکف صد تیر دادے
بہر تیرش دو صد نخچیر دادے

اس نے اپنی پلکوں کے ذریعے (عاشق کے) ہاتھ میں سو تیر دیے؛ اور ہر ایک تیر کے بدلے میں دو سو شکار (دل) عطا کیے۔

قدش را داد سازِ خوشخرامی
لبش را منصبش شیرین کلامی

اس نے محبوب کے قد کو خوشخرامی (دلکش چال) کا ساز عطا کیا؛ اور اس کے لبوں کو شیریں کلامی کا منصب بخشا۔

ز یاقوتِ شفت دربائی درخشان
چو پروین از شفق دارد درخشان

اس کے یاقوتی ہونٹوں سے موتیوں جیسے دانت چمک رہے ہیں؛ جیسے شفق میں پروین (ستارے) چمکتے ہوں۔

دہانش چشمۂ آبِ بقا ساخت
ذقن او سیبِ گلزارِ صفا ساخت

اس کے دہن کو آبِ حیات کا چشمہ بنایا؛ اور اس کی ٹھوڑی کو صفا اور پاکیزگی کے گلزار کا سیب بنا دیا۔

میانش را کمر اعزاز بستہ
دو دستش را رضائی ناز بستہ

اس کی کمر پر اعزاز کی کمر بند باندھی؛ اور اس کے دونوں ہاتھوں کو ناز کی رضامندی سے سجایا۔

خرامان ساخت در ایوانِ ہستی
نشاندش بر سریرِ نازِ مستی

اس نے (محبوب کو) ایوانِ ہستی میں خراماں (ناز سے چلتا ہوا) بنایا؛ اور اسے ناز و مستی کے تخت پر بٹھایا۔

ازو حیران دل مفتون ہزاراں
بیادِ طلعتِ او جان سپاران

اس کے حسن سے ہزاروں دل حیران و فریفتہ ہیں؛ اور اس کے جلوۂ جمال کی یاد میں ہزاروں جان نثار کر رہے ہیں۔

گروہی زان تصور ماندہ مدہوش
باستیلائِ شوقش حلقہ درگوش

ایک گروہ اس کے تصور میں مدہوش ہو کر رہ گیا ہے؛ اور اس کے شوق کے غلبے میں اس کے حلقہ بگوش (غلام) ہو چکے ہیں۔

ز وصلِ معنی ایشان را خبر نہ
ز قربِ روحی ایشان را اثر نہ

انہیں (ظاہری پرستاروں کو) معنی کے وصال کی کوئی خبر نہیں؛ اور انہیں روحانی قرب کا کوئی اثر نصیب نہیں ہوا۔

گروہی را نمود از مہربانی
ازان آئینۂ معانی آثار

اس (اللہ) نے مہربانی سے ایک گروہ کو؛ معانی کے اس آئینے میں اپنے آثار دکھا دیے۔

ہمے بینند دائم دوست در پوست
بچشمشان ازان این رنگ نیکوست

وہ (عارفین) ہمیشہ محبوب (خدا) کو ظاہری شکل و صورت میں دیکھتے ہیں؛ اسی لیے ان کی نظر میں یہ رنگ و روپ اتنا خوبصورت ہے۔

گروہی را سبک خوان شد سوئے ذات
رسانیدہ بمعراجِ کمالات

ایک گروہ (عارفین) کو اس نے ذاتِ الٰہی کی طرف بلندی عطا کی؛ اور انہیں کمالات کے معراج تک پہنچا دیا۔

چنان شان کرد در بحرِ بقا محو
کہ کم بینند روئے ساحلِ صحو

اس نے انہیں بقا کے سمندر میں ایسا محو کر دیا؛ کہ وہ ساحلِ صحو (ہوش و حواس کی دنیا) کو بہت کم دیکھتے ہیں۔

بیک جام از دو عالم شان ربوده
بہردم مستیِ او شان فزوده

اس نے ایک ہی جام سے انہیں دونوں جہانوں سے بے خبر کر دیا؛ اور ہر لمحہ ان کی مستی میں اضافہ کر دیا۔

دری بکشاد بر روئے دلِ ایشان
کہ ملکِ بیخودی شد منزلِ ایشان

اس نے ان کے دلوں کے سامنے ایک دروازہ کھول دیا؛ جس سے 'ملکِ بیخودی' (فنا فی اللّٰہ) ان کی منزل بن گیا۔

اگر گویند در گفتار زویند
وگر لب بستہ در اسرار زویند

اگر وہ گفتگو کریں تو (اسی کی) باتوں میں مشغول ہیں؛ اور اگر وہ خاموش رہیں تو اس کے اسرار میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

دامن دامن جواہرِ نیاز نثارِ خاکپائے مسندِ آرائے قابِ قوسین و محفلِ پیرائے جلوہِ کونین کہ در غررِ ثنائی بیکرانش بنوکِ الماسِ ادراکِ دانشورانِ سفتہ نشود و گوہرِ انورِ اوصافِ بے پایانش در درجِ افہامِ خرد پروران نہفتہ نماند.

میری نیاز کے دامن بھر بھر کر جواہرات اُس ذاتِ پاک کے قدموں پر نثار ہوں جو "قابِ قوسین" کی مسند کو سجانے والی ہے اور دونوں جہانوں (کونین) کی محفل کو اپنے جلوے سے رونق بخشنے والی ہے۔ اس ذاتِ عالی کی بے کنار تعریف و ثنا ایسی ہے کہ دانشوروں کی عقل و ادراک کا ہیرا (الماس) بھی اس کی حقیقت کو چھو نہیں سکتا، اور اس کے اوصافِ بے پایاں کا روشن گوہر، خرد مندوں کی سمجھ بوجھ کے صندوق میں پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

نخستین شو دھن با مشک کافور
پس آنکہ بر زبان ران نامِ آن نور

سب سے پہلے اپنے دہن (منہ) کو مشک و کافور سے پاک و صاف کر، اس کے بعد اس نورِ الٰہی کے نام کو اپنی زبان پر جاری کر۔

چہ نوری کز فروغش جملہ ذرات
شدند آئینہ دارِ شمسِ اثبات

وہ کیسا (عظیم) نور ہے کہ جس کی چمک دمک سے تمام ذراتِ کائنات، سورجِ حقیقتِ مطلقہ (شمسِ اثبات) کے لیے آئینہ دار بن گئے ہیں۔

چہ نوری کز ظہورش جلوۂ عرش
بصیر آمد سوئے نزہتگہِ فرش

وہ کیسا عظیم نور ہے کہ جس کے ظہور (آنے) سے عرش کا جلوہ بصیرت رکھنے والوں کی نظر میں زمین (فرش) کی پاکیزہ جگہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

زہی نورِ جہاں بخش و زہی نام
زہی آن نامور شاہِ نکو کام

کیا ہی کیا خوب ہے وہ جہان کو نور بخشنے والا (نور) اور کیا ہی عمدہ ہے (آپ کا) نام، اور کیا ہی مبارک ہے وہ نامور اور نیک کام کرنے والا بادشاہ۔

چہ نامی مطلعِ نورِ تجرد
چہ نامی احسنِ الاسماءِ احمد

کیا ہی مبارک نام ہے جو نورِ تجرد (اللہ کی ذات کا نور) کا طلوع ہونے کا مقام ہے، کیا ہی خوب نام ہے جو بہترین ناموں میں سے ہے، یعنی احمد (ﷺ)۔

ز الف اوست اثباتِ معارج
ز حایش حلقۂ قربِ مدارج

(آپ کے نام کے) 'الف' سے ہی معراج کے مراتب کا اثبات ہوتا ہے، اور آپ کے 'حا' (ح) کے حلقے سے قربِ الٰہی کے مدارج طے ہوتے ہیں۔

ز میمش ملک با ملکوت موجود
ز دالش دولتِ مہرِ نورِ مشہود

آپ کے نام کے 'میم' سے ملک اور ملکوت دونوں موجود ہیں، اور 'دال' سے نورِ مشہود (ظاہری نور) کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

شہادت جلوۂ معنی جمالش
سخاوت رتبۂ ادنیٰ کمالش

آپ کے جمالِ باطنی کا جلوہ شہادت (حق کی گواہی) ہے، اور آپ کے کمال کا ادنیٰ ترین درجہ سخاوت (فیاضی) ہے۔

صفا از مہر رویش نور جویان
وفا در راہِ مہرش رفت پویان

آپ کے چہرے کی روشنی سے صفا (پاکیزگی) نور تلاش کرتی ہے، اور وفا آپ کی محبت کی راہ میں دوڑتی ہوئی چلتی ہے۔

ز خورشیدش نبودی سایہ بر خاک
کہ برسر داشت چتر از نورِ لولاک

آپ کے سورج (وجود) سے زمین پر سایہ نہ تھا، کیونکہ آپ کے سرِ مبارک پر "لولاک" (اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات نہ بناتا) کے نور کا چتر تھا۔

ز شوقش صانعِ نقشِ بدائع
تصنع کرد الوانِ ضایع

اس (حضور ﷺ) کے شوق میں، کاریگرِ کائنات (اللّٰہ تعالیٰ) نے بدائع (انوکھے اور خوبصورت) نقش تخلیق کیے اور رنگوں کی بے شمار اقسام کو وجود بخشا۔

بہارِ کنتُ کنزاً بشگفایند
بباغِ ان احببتُ اعرف رسانید

(آپ کے ظہور سے) "کنتُ کنزاً" (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا) کی بہار کھل اٹھی، اور آپ نے "ان احببتُ اعرف" (میں نے محبت کی کہ پہچانا جاؤں) کے باغ تک پہنچا دیا۔

خلقتِ الخلق رنگِ آب و گل اوست
فرح بخشندہ چشمِ بلبل اوست

کائنات کی تخلیق اس کے آب و گل (مٹی اور پانی) کا رنگ ہے، اور بلبل کی آنکھ کو فرحت (خوشی) دینے والا وہی ہے۔

بنقشِ خود چو شد نقاشِ مفتون
شگفت از خارِ گل گلزارِ بیچون

جب وہ نقاشِ حقیقی اپنے ہی نقش (جمالِ نبوی) پر فریفتہ ہوا، تو کانٹوں سے بھی "گلزارِ بیچون" (بغیر رنگ و بو کا روحانی باغ) کھلا دیا۔

بوصفِ والضحیٰ بستودہ او را

ز ہر نجمی بنور افزود او را

اللہ نے "والضحیٰ" (قسم ہے چاشت کے وقت کی) کے وصف سے ان کی تعریف فرمائی، اور ہر ستارے (نور) سے زیادہ ان کے نور میں اضافہ فرمایا۔

لعمرک شد خطابِ آن دلارای
کہ وصلش بود عمرِ معنی افزای

اس دلربا ہستی کے لیے "لعمرک" (آپ کی زندگی کی قسم) کا خطاب ہوا، کہ ان کا وصال (قرب) زندگی کے معنی کو بڑھا دینے والا ہے۔

سریرِ قابِ قوسین تختگاہش
چراغِ چشمِ کونین رخِ ماہش

"قابِ قوسین" (دو کمانوں کے برابر قرب) آپ کی تخت گاہ ہے، اور آپ کا چاند سا چہرہ دونوں جہانوں کی آنکھوں کا چراغ ہے۔

ہنوز آمد بقیدِ آب و گل بود
کہ قدرش با نبوت متصل بود

ابھی آپ کی حقیقت آب و گل (مادی جسم) کی قید میں آئی ہی تھی کہ آپ کی قدر و منزلت نبوت سے متصل تھی۔

بصورت گرچہ ز آدم زادہ آن نور
ولی زین نسبتِ مد معنی اش دور

اگرچہ صورت کے اعتبار سے وہ نور آدم کی اولاد میں سے ہے، لیکن اس نسبت (آدم زاد ہونے) سے آپ کی باطنی حقیقت بہت بلند اور دور ہے۔

نہ آدم والدِ او مولودِ آدم
کہ شد از نورِ او موجود آدم

آدم (علیہ السلام) آپ کے والد نہیں ہیں، بلکہ آپ تو آدم کے مولود (باعثِ تخلیق) ہیں، کیونکہ آدم کا وجود آپ کے نور سے ہی ہوا ہے۔

میقن شو کہ آدم خود والد اوست
چو میوہ کاصلِ خلقِ شجر ہا ازوست

یقین کر لے کہ آدم (خود) آپ کے والد ہیں، کیونکہ آپ تخلیقِ کائنات کے شجر (درخت) کی اصل ہیں۔

اگرچہ میوہ پیدا از شجر شد
ولی اصلِ آن شجر زان میوہ سر شد

اگرچہ پھل شجر (درخت) سے پیدا ہوتا ہے، لیکن اس شجر کی اصل بھی اسی پھل (نورِ محمدی) سے نمودار ہوئی۔

چو ختمِ المرسلین خواندہ خدایش
فزودہ بر ہمہ عز و علایش

جب خدا نے آپ کو "ختم المرسلین" (نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا) کہا، تو آپ کی عزت اور بلندی کو سب پر بڑھا دیا۔

بتدریجش مدارج ہر مکرم
چو پیش نورِ مہر انوارِ انجم

جس طرح سورج کی روشنی کے سامنے ستاروں کی روشنی (ماند پڑ جاتی ہے)، اسی طرح ہر مکرم (بزرگ) کے مراتب آہستہ آہستہ آپ کے نور کے سامنے ظاہر ہوئے۔

ز مہرش نورِ جو آفاق و انفس
ز شمعش روشنی این طاقِ مقّرن (مقرنس)

آفاق (کائنات) اور انفس (انسان) میں جو بھی نور ہے، وہ آپ کی محبت (مہر) کی بدولت ہے؛ اس طاقِ فلک (آسمانی محرابوں) میں جو روشنی ہے، وہ بھی آپ ہی کی شمع سے ہے۔

چو مرغِ جان بظلمتخانہ اجسام
نمی آمد ز بیمِ حبسِ اوہام

جب روحِ کا پرندہ جسموں کے اندھیرے خانے میں (آیا)، تو وہ اوہام (غلط فہمیوں اور دنیاوی سوچوں) کے قید ہونے کے ڈر سے (ساکن اور اداس) تھا۔

فروزان شد درین کاشانۂ خاک
ز شمع صورتش سرِ جلوۂ ادراک

اس مٹی کے گھر (دنیا) میں جب آپ کے چہرہ مبارک کی شمع روشن ہوئی، تو ادراک (معرفت) کا جلوہ عیاں ہو گیا۔

چو دید آن مرغِ این نورِ تجلائی
در آمد بخود مست از تماشائی

جب اس (روح کے) پرندے نے اس تجلی کے نور کو دیکھا، تو وہ اس نظارے میں خود سے بے خود ہو کر مست ہو گیا۔

فروغِ آن مہِ خورشید سیما
ربودش از ثباتِ خود بیکجا

اس سورج جیسے چمکدار چہرے (حضور ﷺ) کی روشنی نے، اسے (روح کو) ایک ہی لمحے میں اس کے سکون اور ثبات سے محروم (بے تاب) کر دیا۔

واگرنہ کی شدی آن مرغِ تقدیس
اسیرِ این کمندی دیوِ تلبیس

ورنہ وہ تقدیس والا پرندہ (روح)، دیوِ تلبیس (شیطانِ مکار) کے اس کمند (جال) کا اسیر کب بنتا؟

ملائک ساجدِ آدم ازان شد
کہ نورش از رخِ آدم عیان شد

ملائکہ کا آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرنا اسی لیے ہوا تھا، کہ ان (آدم) کے چہرے سے وہ (نورِ محمدی ﷺ) ظاہر ہو گیا تھا۔

زِ فرطِ ہمّتش غرقابِ طوفان
شدہ بر نوح با صد مشکل آسان

اس (خدا) کی ہمت و کرم کی زیادتی کا یہ عالم ہے کہ حضرت نوحؑ کے لیے طوفان کا غرقاب (خوفناک منظر) سو مشکلوں کے باوجود آسان ہو گیا۔

خلیل از فیضِ استمدادِ آن شاہ
ریاضِ دیدہ زانِ نیران بناگاہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے جب اس بادشاہِ حقیقی (اللہ) سے مدد طلب کی، تو آگ کا الاؤ (نیران) اچانک ان کے لیے گلزار (ریاض) بن گیا۔

چو در ذیلِ وفایش داشتہ دستی
ذبیح اللہ زِ میقاتِ الستی

جب حضرت اسماعیلؑ (ذبیح اللہ) نے عہدِ الست (الستی میقات) سے ہی اس کی وفاداری کے دامن کو تھام رکھا تھا۔

بحلقش کاردی کاری نکردہ
گلی شد جور چون خاری نکردہ

تو ان کے گلے پر چھری نے کچھ اثر نہ کیا، اور وہ ظلم (جو بظاہر ہونا تھا) ایک کانٹے کی طرح بھی ان کو نہ چبھ سکا (بلکہ چھری پھولوں کی طرح ہو گئی)۔

قمیصِ یوسف از لطفِ آن حضوری
بچشمِ پیرِ کنعان داد نوری

حضرت یوسفؑ کا کرتہ اس قرب و حضوری کے لطف کی بدولت، کنعان کے بوڑھے (حضرت یعقوبؑ) کی آنکھوں کے لیے نور بن گیا۔

برآمد ماہ از چاہِ بلاہا
چو خورشیدی رخش روشن سراپا

پھر (حضرت یوسفؑ) بلاؤں کے کنویں سے ایسے نکلے جیسے سورج، کہ ان کا چہرہ سر تا پا منور تھا۔

باعزاز و تجلی آن دلا رام
بہ تختِ کامرانی کرد آرام

اس دل آرام (محبوب) نے تجلیاتِ الٰہی اور عزت کے ساتھ کامرانی کے تخت پر سکون حاصل کیا۔

زِ بطنِ حوت یونس را برآورد
مسیحا را بچرخِ چارمین برد

اس (خدا) نے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا اور حضرت عیسیٰؑ کو چوتھے آسمان پر پہنچا دیا۔

چو شد دائود دستآموزِ آن ماہ

بروشن نغمگی زد زہرہ را راہ

جب حضرت دائودؑ اس ماہِ کامل (خدا) کے دستِ تربیت میں آئے، تو انہوں نے اپنی خوش الحانی سے زہرہ (سیارے) کے لیے بھی نغمہ سرائی کی راہ ہموار کر دی۔

سلیمان چاکرِ درگاہِ او بود
از آنرو سر بچترِ اعتلا سود

حضرت سلیمانؑ اس (خدا) کی درگاہ کے خادم تھے، اسی لیے ان کا سر بلندیوں کے چھتر (تختِ سلطنت) تک پہنچ گیا۔

اگر خضر است مینوش از کفِ اوست
وگر موسیٰ زِ شمعش پرتو جوست

اگر حضرت خضرؑ (آبِ حیات) پی رہے ہیں تو وہ اسی کے دستِ کرم سے ہے، اور اگر حضرت موسیٰؑ (کوہِ طور پر) اس کی شمع سے روشنی طلب کر رہے ہیں تو وہ بھی اسی کا فیضان ہے۔

کلاہِ سرفرازانِ دو عالم
زِ جودش یافتہ در تعظم

دو عالم کے سرفرازوں (اعلیٰ ہستیوں) کی عزت و سربلندی کا تاج اسی کے جود و کرم سے تعظیم (بلندی) پا رہا ہے۔

بخاکِ درگہِ آن سرفرازی
نہد ہر مفتخر روئے نیازی

اس درگاہِ عالی کے خاک پر، ہر صاحبِ فخر شخص عجز و نیاز کا چہرہ رکھتا ہے (یعنی جھک جاتا ہے)۔

گدائی کوئے او بہتر زِ جمشید
فدائیِ روئے او برتر زِ خورشید

اس کے کوچہ (محبت) کی گدائی، جمشید (کے تخت و تاج) سے بہتر ہے، اور اس کے چہرے کا فدائی (عاشق) سورج سے بھی زیادہ روشن اور برتر ہے۔

اگر خور بستہ فتراکِ او بس
وگر مہ ہم گریبان چاکِ او بس

اگر سورج اس کے شکار (فتراک) سے بندھا ہے تو کافی ہے، اور اگر چاند بھی اس (کی محبت) میں اپنا گریبان چاک کر لے تو کافی ہے۔

چوزان شمسِ الضحیٰ مہ شد دو نیمے
ہویدا شد کلیمی از کلیمی

جب اس (حضورِ اکرم ﷺ) کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، تو کلیمی (حضرت موسیٰؑ کی تجلی) کی حقیقت بھی ان کی کلیمی (گفتگو/منزلت) سے آشکار ہو گئی۔

بلی چوں آفتاب آید بجولاں
بود ابرازِ انشقِ القمر زاں

ہاں! جب وہ (آپ ﷺ) آفتاب کی طرح جلوہ گر ہوتے ہیں، تو چاند کا شق ہونا (شق القمر) اسی (جلوے) کا اظہار ہوتا ہے۔

بحکمِ او بدستِ آن سیہ کار
شہادت میدہد شش پارِ احجار

آپ ﷺ کے حکم سے، اس بدکار (کے ہاتھ میں) پڑے ہوئے کنکروں (احجار) نے (آپ کی نبوت کی) شہادت دی۔

چو رمیِ او بود رمیِ الٰہی
سرِ ذکرِ او نماید کج کلاہی

جب ان کا (دشمنوں کی طرف) کنکر پھینکنا، اللّٰہ کا پھینکنا بن گیا، تو ان کے ذکر کی بلندی نے (ہر چیز پر) تکبر (کج کلاہی) کر لیا۔

ولی حلمش بوقتِ امتحانی
نماید اہدِ قومی را بیانی

لیکن ان کی حلم (بردباری) امتحان کے وقت، اپنی قوم کے لیے (ہدایت کی) وضاحت پیش کرتی ہے۔

بہ سنگش گرچہ گوہر ماند بے درج
خزائنِ حلمِ او شد دفعِ آن حرج

اگرچہ پتھروں میں بھی اس (محبوب) کی وجہ سے گوہر (موتی) چھپے ہوئے ہیں، لیکن اس کے حلم و بردباری کے خزانوں نے اس تنگی (پتھر میں قید ہونے) کو دور کر دیا۔

باذنِ دعوتش چوں وا شنیدند
درختان بیدم باہم دویدند

جب درختوں نے اس کی دعوت (بلانے) کی اجازت سنی، تو بید (کے درخت) بھی دوڑتے ہوئے (اس کی طرف) آ گئے۔

زمین را از وجودش ارجمندی
فلک را از سجودش سر بلندی

زمین اس (محبوب) کے وجود سے باعزت ہو گئی، اور آسمان اس کے سجدہ کرنے سے سربلند ہو گیا۔

دل و جان در ہوائے شوقِ او باد
چو قمری در گلویم طوقِ او باد

میرا دل و جان اس کے شوق کی ہوا میں رہے، اور جیسے قمری (فاختہ) کے گلے میں طوق ہوتا ہے، ویسے ہی اس کی محبت کا طوق میرے گلے میں ہو۔

در بیانِ استوائی آفتابِ روشن خطاب کہ شعاعِ علو در جاتش از فلکِ افلاک برگشتہ و از ایضاحِ نموءِ لمعاتش ساحِتِ لامکان منور گشتہ۔

اس آفتابِ روشن خطاب (یعنی حضورِ اکرم ﷺ) کی استوائی (اعتدال اور برابری) کے بیان میں، جن کی بلندی کی شعاعیں افلاک (آسمانوں) سے بھی پلٹ کر واپس آ گئیں، اور جن کی چمک دمک کے واضح ہونے سے لامکان (وہ مقام جہاں مکان کی کوئی حد نہیں) کا صحن منور ہو گیا۔

محمد تا جدارانِ ملکِ عرفان
محمد نامدار کشورِ جان

جب تک (حضور ﷺ) عرفان کے ملک کے تاجدار ہیں، تب تک وہ جان (روح) کے ملک کے نامور حکمران ہیں۔

در اکنافِ معارف دستگاہش
فرازِ عرش و کرسی تختِ جاہش

معرفت کے گوشے گوشے میں آپ ﷺ کی قدرت و دسترس ہے، اور عرش و کرسی کی بلندی آپ ﷺ کے رتبے (تختِ جاہ) کے نیچے ہے۔

براقِ عزمِ او چوں شد سبکپائی
بیکدم شد بفرشِ اعظم قدم سائے

جب آپ ﷺ کے ارادے کی سواری (براق) نے سبک‌رانی اختیار کی، تو ایک لمحے میں عرشِ اعظم کے فرش پر آپ ﷺ کے قدموں کے نشان پڑ گئے۔

چو یکرانِ خیالش کامزن شد
برون از عرصہ گاہِ ما و من شد

جب آپ ﷺ کے خیال کی رفتار نے حرکت کی، تو وہ "ما و من" (میں اور تو، یعنی دوئی) کے میدان سے باہر نکل گئے۔

تکاورِ ہمتِ آن برقِ جولاں
برون بردش زِ سرحدِ ملکِ امکان

اس برق رفتار (نبی) کی ہمت کا گھوڑا، انہیں ملکِ امکان (کائنات) کی سرحدوں سے باہر لے گیا۔

چو شد شبدیزِ اقبالش سبک خیز
بعالمِ بے نشان شد جلوہ انگیز

جب آپ ﷺ کے اقبال کا چمکدار گھوڑا تیزی سے اٹھا، تو آپ ﷺ عالمِ بے نشان (لا مکان) میں جلوہ گر ہو گئے۔

خرامِ اشہبِ آن سِردِ رفتار
بمیتھاقِ ازل آمد بیکبار

اس سریع السیر (تیز رفتار) سواری کی چال، میثاقِ ازل (عہدِ الست) میں یکبارگی نمودار ہوئی۔

بیکدم ختلی گردون نوردی

برآورد از رہِ افلاک گردی

ایک ہی لمحے میں آسمانوں کو طے کرنے والی اس سواری نے، افلاک کی راہ سے گرد اڑا دی۔

قمر شد بہرہ‌ور زان نورِ جاوید
بلی مہ مستفید آید زِ خورشید

چاند اس نورِ جاوید (حضور ﷺ) سے فیض یاب ہوا، ہاں! چاند تو ہمیشہ سورج سے ہی روشنی حاصل کرتا ہے۔

عطارد دفترِ اوصافِ در دست
بجانِ دل منتظر آنماہ بہ نشست

عطارد (جو کاتبِ فلک ہے) آپ ﷺ کے اوصاف کا دفتر ہاتھ میں لیے، اس ماہ (حضور ﷺ) کے انتظار میں جان و دل سے (اپنے مقام پر) بیٹھا رہا۔

چو دید از دور نورِ پاکِ رخشان
فتادش دفتر از کف ماند حیران

جب اس نے دور سے آپ ﷺ کا پاک اور روشن نور دیکھا، تو اس کے ہاتھ سے دفتر چھوٹ گیا اور وہ حیران رہ گیا۔

زِ مہرش زہرہ زنگ از دل زداید
نشیدِ عاشقانہ می‌سراید

آپ ﷺ کی محبت سے زہرہ (سیارے) کے دل سے زنگ دور ہو گیا اور وہ عاشقانہ نغمے گانے لگی۔

بخورشید آمد و دادش ضیائی
شدش حاصل صفائی در صفائی

(وہ) سورج کی طرف آئی اور اسے روشنی بخشی، اور اسے (اس عمل سے) پاکیزگی میں اور زیادہ پاکیزگی حاصل ہوئی۔

بخلوت‌خانہ پنجم چوں قدم زد
زِ شرفِ انسِ او بہرام دم زد

جب پانچویں خلوت خانے (آسمان) میں آپ ﷺ نے قدم رکھا، تو بہرام (مریخ) نے آپ ﷺ کی انسیت کے شرف کی وجہ سے دم مارا (یعنی حیات پایا)۔

زِ فرطِ طلعتِ آن مہرِ تابان
مہ آسا مشتری شد فیضِ تابان

اس درخشاں سورج (حضور ﷺ) کے چہرے کی کثرتِ تابانی سے، مشتری ستارہ بھی چاند کی طرح فیضِ تاباں بن گیا۔

زحل زان مشتری خورشید آثار
رہید از ظلمتہایِ ادبار

اس مشتری (ستارے) نے جو سورج جیسے آثار رکھتا ہے، زحل کو بدبختی کی تاریکیوں سے چھٹکارا دلایا۔

بسرعت کلکِ آن فرخندہ گوہر
کشیدہ خط بحرفِ ہفت اختر

اس مبارک گوہر (حضور ﷺ) کے قلم نے تیزی سے سات ستاروں کے حرف پر خط کھینچ دیا۔

زِ سرطانِ حسن و زِ جوزا سفر کرد
زِ سنبلہ و اسد خود را بدر کرد

(آپ ﷺ نے) حسن کے سرطان اور جوزا سے سفر کیا، اور خود کو سنبلہ اور اسد سے باہر کر لیا۔

زِ قوس انداخت تیرِ کام بیرون
بعقرب ریخت آب از ابرِ بے چون

(آپ ﷺ نے) قوس سے اپنا تیرِ مراد باہر پھینکا، اور عقرب پر بے چون (اللہ) کے ابرِ کرم سے پانی برسایا۔

بدلو آمد چو یوسف آن جہانتاب
ببطنِ حوت چوں یونس صد آب

وہ جہاں تاب (حضور ﷺ) دلو (برج) میں حضرت یوسفؑ کی طرح آئے، اور مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونسؑ کی طرح (مشکلات سے نکل کر) سو آب (تازگی) پایا۔

زِ ثور و جدی آن شمسِ اسد جائی
بمیزان و حمل شد نرم آرائی

اس سورج (حضور ﷺ) نے ثور اور جدی سے اسد کی جگہ (بلندی) کو اختیار کیا، اور میزان و حمل (میں) نرمِ آرائی (لطف و کرم) کا مظاہرہ کیا۔

ده و دو رفت را چوں نامہ طی ساخت
زِ حرفِ چار و پنج و شش بپرداخت

آپ ﷺ نے بارہ (بروج) کے سفر کو ایک خط کی طرح طے کر لیا، اور چار، پانچ اور چھ (عناصر و جہات) کے حروف سے دامن چھڑا لیا (یعنی ان کی قید سے باہر ہو گئے)۔

بفرقِ این و آن زو پشتِ پائے
برون تر از مکانہا یافت جائے

آپ ﷺ نے ان سب (مقامات) کے فرق پر پاؤں رکھا اور مکانات (مقامات) سے باہر ایک بلند مقام پایا۔

زِ دائرہ تمکن رفت بیرون
دلِ مست از اسرارِ بی‌چون

آپ ﷺ دائرہ تمکن (مادی دنیا کے ٹھہراؤ) سے باہر نکل گئے، اور (آپ ﷺ کا) دل اسرارِ بی‌چون (اللہ کی ذات) کے نشے میں مست ہو گیا۔

ملائک ریختند از سرعتش بر
رفیقان در پیشِ رو در تحیر

آپ ﷺ کی تیز رفتاری (روحانی پرواز) کی وجہ سے فرشتے پیچھے رہ گئے، اور (وہ) رفیق (انبیاء) آپ ﷺ کے سامنے حیرت میں کھڑے رہے۔

چوں مرغِ او زِ شاخِ سدرہ پرید
بتنِ خود مرغِ سدرہ زورِ کم دید

جب آپ ﷺ کا پرندہ (روحِ مبارک) سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ سے آگے اڑا، تو اس نے سدرہ کے پرندے (جبرائیلؑ) کو اپنے سے کمزور (مقابلہ نہ کرنے والا) دیکھا۔

بدو فرمود سرِ خیلِ صَفوت
چمن پیرائے بستانِ نبوت

اس (حضور ﷺ) نے فرمایا کہ اے صفا و پاکیزگی کے سردار، جو نبوت کے باغ کو رونق بخشنے والے ہیں۔

کہ اے ہم نغمہ دستانِ معنی
فراتر بازکن پروازِ معنی

کہ اے معنوی نغموں کے ساتھی، اپنے معنی کی پرواز کو اور بلند تر کر۔

بلحنِ لو دنوت آں طائرست
نوائے فاحتَرقت از معذرت بست

"لو دنوت" (قربت) کی آواز اس پرندے کے لیے ہے، جس نے "فاحتَرقت" (میں جل گیا) کی نوائے معذرت سے (حجاب) باندھ رکھا ہے۔

زِ ہم نفسان جدا ماند آن یگانہ
ہمی پیمود راہِ بے نشانہ

وہ یکتا ہستی اپنے ہم نفسوں (فرشتوں/رفیقوں) سے الگ ہو گئی اور راہِ بے نشان (لامکان) طے کرنے لگی۔

مرخص کردہ یکدم انبیا را
بخود کرد سرِ صحرایِ فنا را

ایک لمحے میں تمام انبیاء کو رخصت کیا، اور خود فنا کے صحرا کی طرف رخ کر لیا۔

سلیمانِ بے سپہ سویِ سُبارند
فنا بگذاشت و سویِ بقا راند

وہ (حضور ﷺ) بغیر لشکر کے، سلیمانِ وقت کی طرح (روحانی سفر پر) سوار ہوئے، فنا کو پیچھے چھوڑا اور بقا کی طرف گامزن ہوئے۔

بجایِ رفتِ کانرا جا نگوید
بپایِ رفت کانرا پانگویند

آپ ﷺ ایسی جگہ گئے جہاں کسی کے لیے جگہ کہنا ممکن نہیں، اور ایسے پاؤں سے گئے جن کے لیے (انسان کا) پاؤں کہنا مناسب نہیں۔

بکرسیِ کمالش جا بدادند

در تلوین بر رویش کشادند

انہیں (حضور ﷺ کو) کرسیِ کمال پر جگہ دی گئی، اور (ان کے لیے) تلوین (تغیرِ تجلیات) کے راستے کھول دیے گئے۔

گذشت از لوحِ تسطیرِ جلالش
بشست آن لوح را آبِ کمالش

آپ ﷺ کے جلال کی تحریر لوح (تقدیر) سے گزر گئی، اور آپ ﷺ کے کمال کے پانی نے اس لوح کو (حقائق کے اظہار کے لیے) دھو دیا۔

قلم بشکستہ و کاغذ دریدہ
بدولتخانۂ عرش آرمیدہ

قلم ٹوٹ گیا اور کاغذ پھٹ گیا (یعنی بیان کی حدود ختم ہو گئیں)، اور آپ ﷺ عرش کے دولت خانے میں (مقامِ قرب پر) آرام فرما ہوئے۔

زِ انوارش میسر کردہ نوری
سکون پرداز شد با صد سروری

آپ ﷺ کے انوار سے نور حاصل کیا گیا، اور (آپ ﷺ) سو سروری کے ساتھ سکون کا باعث بن گئے۔

ازاں مسکن چو آن والا تبرک
بعزمِ برتری کردہ تحرک

اس مسکن (مقامِ قرب) سے، جب اس والا تبرک (حضور ﷺ) نے برتری کے عزم سے تحرک (نئی پرواز) کیا۔

نخستین ترکِ تن را داد دادہ
پس آنکہ رو بسویِ جانان نہادہ

آپ ﷺ نے پہلے ہی تن (مادی تعلق) کو ترک کر دیا تھا، تبھی تو آپ ﷺ کا رخ جانان (اللہ) کی طرف تھا۔

چو سیرِ کائنات آمد بآخر
سلوکِ ہر صفات آمد بآخر

جب کائنات کی سیر ختم ہو گئی، تو تمام صفات کا سلوک (روحانی سفر) بھی اپنے انجام (کمال) کو پہنچ گیا۔

رہِ تنزیہہ بے تکلیفِ پا رفت
کلامِ قدس بے منتِ زبان گفت

تنزیہہ (خدا کی پاکیزگی) کی راہ بغیر پاؤں کی تکلیف کے طے کی گئی، اور کلامِ قدسی بغیر زبان کے احسان (محتاجی) کے کہا گیا۔

نقاب از چہرۂ وصلت برافکند
زجاجِ ہجر را سنگی در افکند

(اللہ نے) وصال کے چہرے سے نقاب اٹھا دی، اور ہجر (جدائی) کے شیشے پر پتھر دے مارا (اسے توڑ دیا)۔

گلِ حیرت زِ گلزارِ لقا چید
در آئینۂ فنا رویِ بقا دید

(اس نے) دیدار کے گلزار سے حیرت کا پھول چنا، اور فنا کے آئینے میں بقا (خدا) کا چہرہ دیکھا۔

زِ خود رفت و خدا را ہم نفس شد
دلِ فارغ زِ فکرِ پیش و پس شد

وہ خود سے نکل گیا (اپنے آپ کو بھلا دیا) اور خدا کا ہم نشیں بن گیا، اور اس کا دل ماضی اور مستقبل کے فکر سے فارغ ہو گیا۔

فروغِ شمع را پروانہ گردید
زِ صہبائے قدم مستانہ گردید

وہ شمع (حق) کے نور کا پروانہ بن گیا، اور ازل کی شراب (عشقِ الٰہی) سے مستانہ وار ہو گیا۔

بانسِ خاطرش آن سروِ آزاد
بہمنفسی خود را در دمِ رضا داد

اس سروِ آزاد (خدا) نے اس کے دل کو سکون دیا، اور ایک ہی سانس میں اسے اپنی رضا کے حوالے کر دیا۔

بنور آمیخت نور و آب در آب
بروح آویخت روح شد صفایاب

نور نور میں مل گیا اور پانی پانی میں، روح سے روح آ ملی اور (یہ) صفایاب (پاک و صاف) ہو گئی۔

نیارم گفت شرحِ این کمالات
صفات اندر صفاتِ ذات در ذات

میں ان کمالات کی شرح بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، جہاں صفات، ذات کی صفات میں اور ذات، ذات میں ضم ہو گئی ہیں۔

چو سر خوش گشت از پیمانۂ وصل
فرعِ گم گشتہ و پاینده شد اصل

جب وصل (ملاقاتِ حق) کے پیالے سے سرشاری حاصل ہوئی، تو فروعِ (ظاہری چیزیں) گم ہو گئیں اور اصل (حقیقت) پائندہ و باقی رہ گئی۔

برآمد غلغلِ ہو ہو زِ محفل
لب‌الب دید اقدامِ توصل

محفل (طریقت) سے "ہو ہو" کا شور بلند ہوا، اور (اس نے) وصل کے اقدامات کو لبِ لباب (حقیقی نچوڑ) کے طور پر دیکھا۔

رحیقِ سر خوشی نوشید زان جام

بملکِ سرمد آن شاہِ نکو نام

اس نیک نام بادشاہ (اللہ یا کامل ولی) نے اس جام سے سرشاری کی شراب پی، جو ملکِ سرمد (ابدی سلطنت) میں ہے۔

گوارا بود شربِ وجدِ عرفان
بخورد و جامگی داد بخاصان

عرفان کے وجد کا شربت بہت گوارا تھا، جسے اس نے نوش کیا اور اپنے خاص بندوں کو بھی (اس کا) جام عطا کیا۔

دہان بگشاد گوہر از صدف ریخت
زِ ابرِ شوق قطراتِ شرف ریخت

(محبوب نے) دہن کھولا تو صدف (منہ) سے گوہر (کلمات) برسائے، اور ابرِ شوق سے شرافت و کرامت کے قطرے برسائے۔

بمعرضِ قرب ہدیاتِ تحیات
نمایاں کرد بہرِ رفعِ درجات

قرب کے موقع پر (اللہ نے) تحفے اور درود نمایاں کیے، تاکہ درجات کی بلندی حاصل ہو۔

پیِ ایجابِ آن انفاسِ روشن
شد انوارِ سلامی پرتو افگن

ان روشن سانسوں (الفاظِ مبارکہ) کی قبولیت کے لیے، سلام کے انوار نے اپنی روشنی ڈالی۔

چو نرگس دیدہ شد جانِ منیرش
نشد خارِ بتد پائے گیرش

جب اس کی روشن جان نرگس کی آنکھ کی طرح (بیدار) ہوئی، تو بتوں کے کانٹے (دنیاوی رکاوٹیں) اس کے پاؤں میں نہ اٹک سکے۔

بچشمش سرمۂ ما زاغ کردند
کنوزِ نور با چشمش سپردند

انہوں نے اس کی آنکھوں میں ہماری (بصیرت کی) سرمہ دانی ڈالی، اور نور کے خزانے اس کی آنکھوں کے سپرد کر دیے۔

غرائب دیدہ بے تمثالِ اشکال
بچشمِ قرب زان آئینۂ اجلال

(اس نے) اس جلال کے آئینے سے، قرب کی آنکھ کے ذریعے، بغیر کسی شکل و صورت (کی قید) کے عجائبات دیکھے۔

تماشائے معارج کرد آنجا
حروفِ این و آن بسترد آنجا

اس نے وہاں معراج کے نظارے کیے، اور وہاں (اس مقام پر) اس اور اس (مخلوق) کے تمام حروف (نشانات) مٹا دیے۔

بکرد از لطفِ سلطانِ سرفراز
برسرِیرِ نشستن عزت و ناز

اس سرفراز سلطان (اللہ) کے لطف سے، (اس نے) عزت و ناز کے تخت پر نشست فرمائی۔

گلِ باغِ تحقق چون عنادل
بسوئے رنگ و آبش گشت مائل

جب حقیقت کے باغ کا پھول (سالک) بلبلوں کی طرح، اس (باغ) کے رنگ و آب کی طرف مائل ہوا۔

بمعشوقی نمودش نامداری
بشست از چہرہ روشن او غباری

اس نے معشوقی (عشقِ الٰہی) میں اپنی ناموری دکھائی، اور اس (اللہ) نے اس کے روشن چہرے سے (ہر قسم کا) غبار دھو دیا۔

زِ عبدیت با احدیت رہ آورد
بجنبانید لب زِ عجزی سوئے صمدیت رہ آورد

(اس نے) بندگی سے وحدانیت کی طرف راستہ نکالا، اور عجز و نیاز سے لب ہلا کر صمدیت (بے نیازیِ الٰہی) کی طرف راستہ ہموار کیا۔

بجنبایند لب چوں نازنینان

پئے تفریحِ ما اندوہ گینان

جب نازنینان (محبوبانِ خدا) لب ہلاتے ہیں، تو ہم جیسے غمگینوں کی خوشی اور تفریح کا سامان ہوتا ہے۔

برایِ مشتِ عصیان مغفرت خواست
عروسِ خاک را با حلہ آراست

(اس نے) مٹھی بھر گناہوں کے لیے مغفرت طلب کی، اور (اللہ نے) خاکی عروس (بندے) کو رحمت کے لباس سے آراستہ کر دیا۔

شدش با بخششِ امت خطائے
داد کلیدش بہرِ فتحِ بابی

اس کی امت کی خطائیں بخشش سے معاف ہو گئیں، اور (اللہ نے) اسے ہر دروازہ کھولنے کے لیے (ہدایت کی) چابی عطا کر دی۔

زِ مائدہِ الہی سیرتر خورد
نوالہ چند با رفّقای سپرد

اس نے اللہ کے دسترخوانِ خاص سے سیر ہو کر کھایا، اور اس میں سے کچھ لقمے (فیض کے حصے) اپنے رفقاء کے سپرد کر دیے۔

نزولِ آوردہ زان معراجِ اخلاص
بفرقِ منصبِ او تاجِ اخلاص

آپ ﷺ اس معراجِ اخلاص سے (زمین پر) جلوہ گر ہوئے، کہ آپ ﷺ کے منصبِ عالی کے فرقِ مبارک پر اخلاص کا تاج سجا ہوا تھا۔

بیکدم رفتہ و آمد درین دیر
رخِ رخشان چو خورشیدش ازان سیر

آپ ﷺ نے اس (دنیاوی) سرا میں ایک ہی لمحے میں رفت و آمد (معراج) فرمائی، اور اس سیر کے بعد آپ ﷺ کا چہرۂ انور سورج کی مانند روشن و تابناک تھا۔

بر اکلیلِ مظاہر کرد آرام
بسر تاجِ رسالت چترِ الہام

آپ ﷺ نے مظاہرِ کائنات کے تاج (تختِ کائنات) پر سکونت اختیار فرمائی، جبکہ آپ ﷺ کے سرِ مبارک پر تاجِ رسالت اور الہام کا چتر سایہ فگن تھا۔

بشوقی دل نمودم چند حرفی
رقم برورق با فکرِ شگرفی

میں نے شوق و ذوق کے عالم میں اپنے دل سے چند حرف (الفاظ) نکال کر، ایک گہری فکر کے ساتھ کاغذ پر رقم کیے ہیں۔

وگرنہ ما کجا و این مقالی
کہ سازم نظمِ آن عز و جلالی

ورنہ ہماری کیا مجال اور ہماری اوقات کیا ہے کہ اس ذاتِ عز و جلالی (ﷺ) کی شان میں کوئی کلام (شاعری) ترتیب دے سکیں۔

کہ سازد شرحِ اوصافِ کمالش
کہ آرد بر زبان نطقِ جمالش

یہ کمال تو اسی کا ہے جو آپ ﷺ کے اوصافِ کمال کی شرح کر سکے، یا جو آپ ﷺ کے جمالِ دلربا کو زبان پر لا سکے۔

اگر دریا مدار و خامہ اشجار
بیاباں منہاشود اوراقِ درکار

اگر تمام سمندر روشنائی بن جائیں اور تمام درخت قلم بن جائیں، اور (ساری) زمین کاغذ بن جائے (تب بھی اس کا بیان ممکن نہیں)۔

نیارد ہیچکس تسطیرِ وصفش
نہ گنجد در تحریرِ وصفش

کوئی بھی شخص آپ ﷺ کے اوصاف کو لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا، اور آپ ﷺ کی توصیف کسی تحریر میں سما نہیں سکتی۔

سمندِ فکر را زین بیش جولاں
نباشد در چنین عرصاتِ ای جان

اے جان! اس طرح کے (معنوی) میدانوں میں، فکر کے گھوڑے کے لیے اس سے زیادہ دوڑنے (یا جولانی دکھانے) کی گنجائش نہیں ہے۔

سخن را ختم گردان مہر بر لب
فلو انصفتَ کانَ البصر انسب

پس بات کو ختم کر اور اپنے لبوں پر مہرِ خاموشی لگا دے، کیونکہ اگر تو انصاف کرے تو (یہاں) خاموشی اختیار کرنا ہی سب سے زیادہ مناسب ہے۔

گوہرِ حروفِ تضرع را در سلکِ مسودہ، دردِ سفتن و قصصِ مباعدت و مفارقتِ خود، بصد الحاح و نیایش بجنابِ رسالت، بزبانِ حال باز گفتن۔

"عاجزی اور التجا کے حروف کے موتیوں کو تحریر (مسودے) کی لڑی میں پرونا، اور اپنی دوری و جدائی کے قصوں اور (اسے بیان کرنے کے) درد کو، بے انتہا عاجزی اور دعا و التجا کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب (ﷺ) میں اپنے حال کی زبان سے بیان کرنا۔"

زِ غمِ جانِ جہاں بر لب رسیدہ
کہ کس بی تو رخِ شادی نہ دیدہ

تیرے غم میں جانِ جہاں (میری جان) لبوں تک آ پہنچی ہے، کیونکہ کسی نے تیرے بغیر خوشی کا چہرہ نہیں دیکھا۔

جہاں مغموم جان مہجور تاکی
رخت از دیدہ ما مستور تاکی

یہ جہان غمگین ہے، میری جاں ہجر میں مبتلا ہے، یہ کب تک رہے گا؟ اور تیرا رخِ انور میری آنکھوں سے کب تک مستور (اوجھل) رہے گا؟

ولی پر درد تابی آں ندارد
کہ چوں بختِ خودت خفتہ گذارد

لیکن یہ پر درد دل (تیرے ہجر کی) تاب نہیں رکھتا، کہ وہ تجھے تیرے نصیب کی طرح (خوابِ غفلت میں) سویا ہوا چھوڑ دے۔

فقم قم یا حبیبی کم تنام
لان الشمسَ اصلاً لا نیام

اے میرے حبیب! اٹھو، اٹھو! تم کب تک سوتے رہو گے؟ کیونکہ سورج (تجلیاتِ الٰہی) کبھی نہیں سوتا۔

مخسب ای آفتاب آرزویم
در انوارِ خود بکشا برویم

اے میری آرزو کے آفتاب! مت سو، اپنے انوار (کی تجلی) سے مجھ پر درِ معرفت کھول دے۔

زِ خاک نیستی یکبار برخیز
سہبت آبِ روے نیستی ریز

عدم (نیستی) کی خاک سے ایک بار اٹھ کھڑا ہو، اور عدم کی عزت و آبرو کو (اپنی تجلی سے) بہا دے۔

رخ آور از کمیں گاہی بمیدان
بنزہت گاہِ عالم شو خرامان

اپنی کمین گاہ سے چہرہ دکھاتا ہوا میدان میں آ، اور عالم کے سیر گاہ (نزہت گاہ) میں خراماں خراماں چل۔

زِ ملکِ بے نشان یکرہ سفر کن
بر اقلیمِ ظہورستان گزر کن

ملکِ بے نشانی (لاہوت) سے ایک بار سفر کر، اور اقلیمِ ظہورستان (ظاہری دنیا) کی طرف گزر کر۔

کہ تا شمعِ رخت مستور ماندہ است
شبستانِ جہاں بے نور ماندہ است

چونکہ تیرے رخِ زیبا کی شمع پردے میں چھپی ہوئی ہے، اس لیے یہ جہان کا شبستان (رات کی جگہ) بے نور پڑا ہے۔

فروز از شمعِ خود کاشانہ ام را
صلائے وصل دہ پروانہ ام را

اپنی (جمال کی) شمع سے میرے کاشانے (گھر) کو روشن کر دے، اور اپنے پروانے (مجھ) کو وصل کی پکار سنا۔

گر از رخ لطفِ تو برقع کشاید
رخِ صد روشنی بادی نماید

اگر تیرے لطف و کرم کا رخ پردے کو ہٹا دے، تو وہ سینکڑوں روشنیوں کے چہروں کو ظاہر کر دے۔

رخت بیند ایاک گوید
زِ لا خیزد رہِ الاک پوید

جب وہ تیرا چہرہ دیکھتا ہے تو "ایاک نعبد" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کہتا ہے، اور "لا" (نفی) سے اٹھ کر "الاک" (سوائے تیرے) کی راہ پر چل پڑتا ہے۔

خدارا ای خدارا منشینی
ہوا خواہِ ازل را ناز نینی

اے خدا کے لیے! اے خدا کے لیے! (اس طرح) نہ بیٹھ، تو ازل سے ہوا خواہ (عاشق) کو ناز و نخرے دکھانے والا ہے۔

نیازِ خود شعارِ جانِ من کن
نثارِ خود سرو سامانِ من کن

اپنی نیاز (عاجزی) کو میری جان کا شعار (طریقہ) بنا دے، اور میرے سارے ساز و سامان کو اپنے اوپر نثار کر دے۔

رہی بکشا کزو بینم خدا را
تماشا ساز انوار و بقا را

(اے محبوب!) وہ راہ کھول دے جس سے میں خدا کو دیکھ سکوں، اور (اس کے) انوار و بقا کا تماشا کر سکوں۔

زِ فکرم دور فرما انتشاری
زِ دل برگیر دار گیرو داری

میرے افکار سے پراگندگی کو دور فرما دے، اور میرے دل سے (دنیاوی) کشمکش اور الجھنوں کو ختم کر دے۔

دلم را داغدارِ ذوقِ خود ساز
سرم را تاجدارِ شوقِ خود ساز

میرے دل کو اپنے ذوق کا داغدار (عاشق) بنا دے، اور میرے سر کو اپنے شوق کا تاجدار بنا دے۔

دریں کم مایہ عمرِ مستعاری
بشوقِ خویش دارم چشمِ جاری

اس کم مایہ اور عارضی زندگی میں، تیرے شوق کے سبب میری آنکھیں (خوف و رجا کے آنسوؤں سے) جاری ہیں۔

شبی رحلت تو باشی شمعِ بالیں

کہ نزع از تن نماید جانِ شیریں

کاش! جس رات میری وفات ہو، تو میرے سرہانے شمع بن کر موجود ہو، جب میری شیریں جان تن سے پرواز کرنے لگے۔

تو بنمائے رہِ تسلیمِ جان را
کنی حرفِ وفا تعلیمِ آن را

تو مجھے جان تسلیم کرنے (سپرد کرنے) کی راہ دکھا دے، اور اس (جان) کو حرفِ وفا کی تعلیم دے۔

چو در کنجِ لحد سازم نشیمن
برخ کاشانہ ام سازی تو روشن

جب میں قبر کے گوشے میں اپنا ٹھکانہ بنا لوں، تو میرے اس گھر (قبر) کو اپنے (جمال کے) نور سے روشن کر دے۔

بوقتِ صبحِ محشر بہرہ ور دار
دل و چشمم ازاں سرِ جلوۂ دیدار

اور صبحِ محشر کے وقت، میرے دل اور میری آنکھوں کو اپنے دیدار کے اس جلوے سے بہرہ ور فرما۔

بخود ہمرہ ببر زان عرصہ گا ہم
مقیم ساز در ظلِ پناہم

مجھے اس (محشر کے) میدان سے اپنے ساتھ لے چل، اور مجھے اپنے سایۂ عاطفت (پناہ) میں مقیم فرما دے۔

چو ذاتِ تو شفیعِ المذنبین است
زِ الطافِ تو بیدل مستعین است

چونکہ تیری ذات گناہگاروں کی شفاعت کرنے والی ہے، اس لیے (فقیر) بیدل تیرے ہی الطاف و کرم کا امید وار اور طلب گار ہے۔

شاہدِ اسلام را بغازہ مدحِ اصحابِ کرامِ ذوالعز والاحترام آراستن و از جلوہِ تمکینِ آن ہر چار پایہ سریرِ علیین بصیرتِ حق الیقین خواستن۔ ان لہم ہادی المضلین و نعم الراشدین۔

"اسلام کے حسن (یا محبوب) کو صاحبِ عزت و احترام صحابہ کرام کی مدح و ثنا کے غازے (سرخی) سے آراستہ کرنا، اور علیین (بلند ترین جنت) کے تخت کے ان چاروں پایوں (یعنی خلفائے راشدین) کے جاہ و جلال اور وقار کے جلوے سے 'حق الیقین' کی بصیرت (سچی معرفت) طلب کرنا۔ بے شک وہ سب (گمراہوں کو) راستہ دکھانے والے اور بہترین ہدایت یافتہ رہنما ہیں۔"

نگارستانِ معنی را طرازی
بود ترقیمِ مدحِ اصحابِ رازی

معانی کے نگار خانے (خوبصورت دنیا) کی تزئین و آرائش، اصحابِ رسول (صحابۂ کرام) کی مدح سرائی لکھنے سے ہے۔

خصوصاً چار گوہر بحرِ عرفان
بلاشک چار دفتر علمِ ایقان

خصوصاً (وہ) چار گوہر جو بحرِ عرفان ہیں، وہ بلاشک یقین و معرفت کے چار دفتر (کتابیں) ہیں۔

سریرِ شرع را ہر چار پایہ
حقیقت را از ایشان مایۂ فرمایہ

شریعت کے تخت کے وہ چاروں ستون ہیں، اور حقیقت کو انہی کی ذات سے سرمایہ اور طاقت ملتی ہے۔

بہشتِ قدس را ہر چار جوئی
معارف را از ایشان آبِ روئی

بہشتِ قدس (پاک جنت) کی وہ چاروں نہریں ہیں، اور معارف (الٰہی) کو انہی سے تازگی اور آب و تاب ملتی ہے۔

بتختِ معنوی ہر چار سرور
وجودِ خاص را اربابِ عناصر

وہ چاروں (اصحاب) معنوی تخت کے سردار ہیں، اور وجودِ خاص (انسان) کے چاروں عناصر کے مالک ہیں۔

کمالاتِ شہودِ انور از ایشان
معاونِ دین را گوہر از ایشان

کمالاتِ شہود کا نور انہی سے ہے، اور دین کی مدد کرنے والے گوہر (موتی) بھی انہی سے ہیں۔

رکنِ ہر چار معمارِ پیمبر
ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر

یہ چاروں رکن (اصحاب)، پیغمبرِ اسلام (ﷺ) کے (دین کے) معمار ہیں، جو ابوبکر، عمر، عثمان اور حیدر (علیہم الرضوان) ہیں۔

ابوبکرست خورشیدِ معانی
عمر ثاقب شہابِ جاودانی

ابوبکر رضی اللہ عنہ معانی کا سورج ہیں، اور عمر رضی اللہ عنہ ایک روشن اور ابدی چمکتا ہوا تارہ ہیں۔

شبستانِ قدم را شمعِ عثمان
علی سرِ جلوۂ تحقیقِ عرفان

عثمان رضی اللہ عنہ عالمِ قدم (ازلی دنیا) کے شبستان کی شمع ہیں، اور علی علیہ السلام تحقیقِ عرفان کے جلوے کا راز ہیں۔

یکی صدیق یارِ غارِ احمد
دویم مصطفیٰ شرارِ شرک امجد

(صحابہ میں سے) پہلا صدیقؓ ہے جو احمد (ﷺ) کا یارِ غار ہے، دوسرا (عمرؓ) ہے جو مصطفیٰ (ﷺ) کا دستِ بازو ہے اور شرک کی آگ کو مٹانے والا بلند پایہ ہے۔

سیوم گلدستہ گلنارِ نورین
چہارم شاہِ اشجع عینِ ہر عین

تیسرا (عثمانؓ) ہے جو نورین (دو نوروں والے) کے گلشن کا گلدستہ ہے، اور چوتھا (علیؑ) ہے جو شاہِ اشجع (بہادروں کا بادشاہ) اور ہر عین (آنکھ/حقیقت) کا عین (مرکزی نقطہ) ہے۔

اگر ہر چار دیوارِ صفا را
نبود ایں چار پشتیبان برپا

اگر صفا و پاکیزگی کی اس دیوار کے لیے، یہ چاروں (اصحاب) پشتیبان (سہارا) نہ ہوتے تو (یہ دیوار) قائم نہ رہ سکتی۔

نبودی رنگِ عمرانِ ارواح
ظہورِ آورِ ویران گاہِ اشباح

(اور اگر یہ نہ ہوتے تو) ارواح کی آبادی کا رنگ نہ ہوتا، اور یہ مادی اجسام کے ویران گھروں کو ظہور (تجلی) بخشنے والے نہ ہوتے۔

سزد گر لب بخواہش وا کشایم
کہ تا باشد شاہانِ جان فزایم

یہ مناسب ہے کہ میں (اللہ کے حضور) دعا کے لیے لب کھولوں، تاکہ وہ شاہانِ دین میرے جان کو (معرفت سے) بڑھانے والے ہوں۔

اغثنیٰ یا رفیقِ رہبرِ حق
توئی مہدیِ عالم و نورِ مطلق

میری فریاد رسی فرما اے حق کے رہبر کے رفیق! تو ہی عالم کا مہدی (ہدایت دینے والا) اور نورِ مطلق ہے۔

بحقِ منصبِ عالیِ قدرِ خویش
عطا صدقِ محبت کن بدرویش

اپنے عالی منصب اور قدر و قیمت کے صدقے، اس درویش کو محبت کا سچا جذبہ عطا فرما۔

بفریادم رس اے فاروقِ سلطان
توی بیشک مغیثِ انس و ہم جان

میری فریاد کو پہنچ اے فاروقِ سلطان! تو بلا شک و شبہ انسانوں اور جانوں کے فریاد رس ہے۔

بحرمتِ اقتداریِ خود کہ داری
بہ بخشا ذوقِ دل و ہم خاکساری

اپنی اس اقتداری شان کے صدقے جو تو رکھتا ہے، مجھے دل کا ذوق (وجد) اور خاکساری (عاجزی) عطا فرما۔

بگیر اے شاہِ عثمان دستِ بیکس
توئی مقبولِ ربِ العالمین بس

اے شاہِ عثمان! اس بے کس کا ہاتھ تھام لے، کیونکہ تو ہی رب العالمین کا مقبول بندہ ہے۔

بشانِ عالیت الطاف فرما
کہ بیند چشمِ دل نورِ تجلا

اپنی عالی شان کے مطابق مجھ پر الطاف فرما، تاکہ میری بصیرت کی آنکھ (تجلیاتِ الٰہی کے) نور کا مشاہدہ کر سکے۔

مدد یا شاہِ مردانِ طریقت
توئی ساقیِ مستانِ حقیقت

اے طریقت کے مردوں کے بادشاہ! میری مدد فرما، تو ہی حقیقت کے متوالوں (مستان) کا ساقی ہے۔

بعزِ سر خوشی حالِ تصرف
بِنوشانم مے از جامِ تصوف

تصرف کے حال کی سر خوشی کے اعزاز سے، مجھے تصوف کے جام سے مے نوش کرا۔

خدا یا حرمتِ ہر چار سلطان
کہ دینِ خاص را ہستند ارکان

اے خدا! ان چاروں سلطان (اصحابِ ثلاثہ اور علیؑ) کی حرمت کے صدقے، جو دینِ خاص کے ارکان ہیں، (میری دعا قبول فرما)۔

مرا گردان گدائے کوئے اوشان
بجامِ فیضِ مست از بوئے اوشان

مجھے ان کے کوچے کا گدا بنا دے، اور ان کی خوشبو (فیض) سے مست ہو کر مجھے ان کے جامِ فیض سے نواز دے۔

در تشریحِ اوصافِ شاہِ مردان و شیرِ یزدان کہ فقرۂ نادِ علیا مظہرِ العجائب نامہ تصوفش را عنوانی است و کلمہِ من کنتُ لہ مولا فعلیٌ مولاہ جریدہِ تفضلش را نشانی۔

"شاہِ مردان (جوانمردوں کے بادشاہ) اور شیرِ یزدان (خدا کے شیر) کے اوصاف کی تشریح میں، جن کے تصوف کی کتاب کا عنوان 'نادِ علیاً مظہر العجائب' (علی کو پکارو جو عجائب کے مظہر ہیں) کا فقرہ ہے، اور ان کی فضیلت و برتری کے صحیفے (جریدے) کی نشانی 'مَن کُنتُ مَولاہُ فَعَلِیٌّ مَولاہُ' (جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا علی مولیٰ ہے) کا کلمہ ہے۔"

چو مراتِ شہادت منجلی شد
ظہورش لا فتی الا علی شد

جب شہادت کا آئینہ (تجلی سے) منور ہوا، تو ان کا ظہور "لا فتیٰ الا علی" (علیؑ جیسا کوئی بہادر نہیں) کے مصداق ہوا۔

علی مصباحِ نورِ مطلق آمد
علی شاهِ ولایت بر حق آمد

علیؑ نورِ مطلق کا چراغ بن کر آئے، اور علیؑ ولایت کے برحق بادشاہ ہیں۔

علی شیرِ خدا و تاجِ دین است
علی سرمایۂ حق الیقین است

علیؑ شیرِ خدا اور دین کا تاج ہیں، اور علیؑ حق الیقین کا حقیقی سرمایہ ہیں۔

زِ جودش نورِ جان مشهود گردید
زبودش جانِ بتن موجود گردید

ان کے جود و کرم سے نورِ جان مشہود (دکھائی دینے والا) ہو گیا، اور ان کے وجود سے تن میں جان موجود ہو گئی۔

پیمبر چون بذاتش ہم نفس بود
علیاً منی و انا منہ فرمود

چونکہ پیغمبرِ اکرم (ﷺ) ان کی ذات کے ساتھ ہم نفس تھے، اس لیے آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ "علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں"۔

علی اولیٰ بتاجِ سرمدی شد
علی مولا بقولِ احمدی شد

علیؑ تاجِ سرمدی (ہمیشگی) کے ساتھ اولیت پا گئے، اور بقولِ احمد (ﷺ) وہ سب کے مولا (آقا) ٹھہرے۔

زِ لحمک لحمی ایں روشن بیا نیست
علی مر مصطفیٰ را جسم و جانیست

"لحمک لحمی" (تیرا گوشت میرا گوشت ہے) سے یہ بات بالکل واضح ہے، کہ علیؑ، مصطفیٰ (ﷺ) کے لیے جسم و جان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

علی سرِ خدائی محرم آمد
علی مر مصطفیٰ را ہمدم آمد

علیؑ (اللہ کے) سرِ خدائی کے محرم بن کر آئے، اور علیؑ مصطفیٰ (ﷺ) کے حقیقی ہمدم (ساتھی) بن کر آئے۔

علی ساقی است در بزمِ شہادت
علی باقیست با نورِ سعادت

علیؑ بزمِ شہادت کے ساقی ہیں، اور علیؑ نورِ سعادت کے ساتھ ہمیشہ باقی (زندہ و جاوید) ہیں۔

علی در صورتِ انوارِ یقین است
علی در معنی اسرارِ متین است

علیؑ صورت میں انوارِ یقین کا مظہر ہیں، اور علیؑ معنی میں اسرارِ متین (مضبوط رازوں) کا خزینہ ہیں۔

اغثنی یا بوالحسن ذوالفضلِ وجود
توئی سرمایۂ فیض و شاہِ محمود

میری فریاد رسی فرما اے ابوالحسنؑ! اے فضل و وجود کے مالک، تو ہی فیض کا سرمایہ اور شاہِ محمود (تعریف کیا گیا بادشاہ) ہے۔

توئی شاہِ صفدر و مشکل کشائے
محیطِ قربِ حق را آشنائے

تو ہی صفدر (صف شکن) بادشاہ اور مشکل کشا ہے، اور تو ہی حق کے قرب کے سمندر کا شناور (جاننے والا) ہے۔

بیکدم ذوالفقارِ حق بدست آر
نقابِ تن زِ روئے جان بردار

ایک ہی لمحے میں حق کی تلوار (ذوالفقار) کو اپنے ہاتھ میں لے لے، اور اپنی جان کے چہرے سے اس جسمانی نقاب کو اٹھا دے۔

بمیدانِ یقین آ یکسوارہ
گمان را بصد مت پارہ پارہ

یقین کے میدان میں یکسو ہو کر آ، اور (اپنے) گمان کو سو چوٹوں سے پارہ پارہ کر دے۔

بنائے خیبرِ وسواس برکن
صفِ پنداری اوہام بشکن

(اپنے دل میں بنے ہوئے) شکوک و شبہات کے خیبر (قلعے) کی بنیاد اکھاڑ پھینک، اور اپنے اوہام و خیالات کی صفوں کو توڑ ڈال۔

بسر جولانِ گہِ ارواح بگذر
علم افرازی اشباح بنگر

ارواح کی جولان گاہ (معنوی بلندی) کے سر سے گزر کر، (اپنے) جسمانی اجسام پر (معرفت کا) علم لہراتا ہوا دیکھ۔

بزن تیغ و حق از بطلان جدا ساز
حریمِ رشدت از طغیان بپرداز

(ذکر کی) تلوار چلا اور حق کو باطل سے الگ کر دے، اور اپنے رشد و ہدایت کے حریم (مقدس مقام) کو طغیان (سرکشی) سے پاک کر دے۔

درآ در کعبۂ دل اے کہ کعبہ دل
بہ بین انبوہِ افواج بہ تمثل

اے (سالک)! اپنے دل کی کعبہ میں داخل ہو، اور وہاں (روحانی) فوجوں کے انبساط اور ان کے تمثل (نورانی شکلوں) کو دیکھ۔

خلیل آسا بضربِ ہمتِ تام
بخاک آور زِ گردوں گردنِ اصنام

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح، اپنی کامل ہمت کی ضرب سے بتوں کی گردنوں کو آسمان (کی بلندی) سے گرا کر خاک میں ملا دے۔

منات و لات و عزیٰ را عدم ساز
اساسِ شرکِ شیطان منہدم ساز

منات، لات اور عزیٰ (جیسے باطلی عقائد) کو نیست و نابود کر دے، اور شیطان کے شرک کی بنیادوں کو منہدم (مسمار) کر دے۔

دل از نورِ تجلی ساز روشن
بلطفِ ایں غرفہ را کن یکدورو زن

(اپنے) دل کو تجلی کے نور سے روشن کر لے، اور (اللہ کے) لطف و کرم سے اس (دل کے) حجرے کو (اندر اور باہر سے) صاف ستھرا اور چمکدار بنا دے۔

فی مدح السبطین الطیبین اللذان یصطفیهما اللّٰہ السبحان علی الخلایق رتبةً و درجةً و فضلهما المنان عنده قرباً و کرامةً

ان دو پاکیزہ اور برگزیدہ نواسوں (امام حسن اور امام حسین علیہما السلام) کی مدح میں، جنہیں اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر رتبہ اور درجے میں چن لیا، اور خدائے منان نے انہیں اپنی بارگاہ میں قرب اور کرامت سے نوازا۔

زبان را تازہ کن با صد ارادت
زِ شرباتِ مدیحِ وصفِ عترت

اپنی زبان کو سو گنا ارادت (عقیدت) کے ساتھ اہل بیتؑ (عترت) کی تعریف و توصیف کے شربت سے تازہ کر لے۔

کہ جائے شرحِ تفصیل و بیان است
بہ افزوں تر زِ تقریرِ زبان است

کیونکہ یہ (عترت کی شان) ایسی جگہ ہے جہاں (الفاظ کی) تفصیل اور بیان کی ضرورت ہے، مگر یہ زبان کے اظہار سے کہیں زیادہ بلند تر ہے۔

و لیکن شوقِ دل شد نغمہ پرداز
بمدحِ اہل بیت آمد سخن ساز

لیکن میرے دل کا شوق نغمہ پرداز ہو گیا ہے، اور اہل بیت (ع) کی مدح میں سخن گوئی (شاعری) شروع کر دی ہے۔

خصوصاً نورِ چشمِ شاہِ کونین
وصیِ المصطفیٰ سر تاجِ دارین

خصوصاً شاہِ کونین (ﷺ) کے نورِ چشم (حضرت علیؑ)، جو مصطفیٰ (ﷺ) کے وصی اور دونوں جہانوں کے سرتاج ہیں۔

زِ حبِ شان میسر نعمتِ حق
ظہورِ شان مشہودِ نورِ مطلق

انہی کی محبت سے اللہ کی نعمتیں میسر آتی ہیں، اور ان کی شان کا ظہور ہی نورِ مطلق (خدا) کا مشاہدہ ہے۔

دو گوہر درجِ اسرارِ الٰہی
دو اختر برجِ انوارِ الٰہی

وہ دونوں گوہر (امام حسنؑ و امام حسینؑ) اسرارِ الٰہی کے خزانے ہیں، اور وہ دونوں الٰہی انوار کے برج کے چمکتے ستارے ہیں۔

دو گل نورستہ باغِ اصطفا را
دو سروِ قدسِ گلزارِ صفا را

وہ دونوں باغِ اصطفیٰ (برگزیدگی کے باغ) کے نورستہ گل ہیں، اور وہ دونوں پاکیزگی کے گلزار کے سروِ قدس (بلند قامت) ہیں۔

فلک تمکین را سعدینِ انور
یکی چوں مشتری چوں زہرِ دیگر

وہ آسمانِ تمکین (وقار) کے دو چمکتے ہوئے ستارے (سعدین) ہیں، جن میں سے ایک مشتری کی مانند اور دوسرا زہرہ (زہرہ) کی مانند ہے۔

یکی پیرایۂ بزمِ جمال است
دگر روشن زِ نورِ ذوالجلال است

(ان میں سے) ایک (امام حسنؑ) بزمِ جمال کی آرائش ہیں، اور دوسرے (امام حسینؑ) ذوالجلال کے نور سے روشن ہیں۔

یکی خود راکبِ دوشِ پیمبر
دگر رخشان چو روئے سعدِ اکبر

ایک (امام حسنؑ) خود پیمبرِ اکرم (ﷺ) کے کاندھوں کے سوار ہیں، اور دوسرے (امام حسینؑ) سعدِ اکبر کے چہرے کی طرح تابناک ہیں۔

یکی سر سبز پوشانرا سرفراز
دگر در سرخ رویان جلوہ آغاز

ایک (امام حسنؑ) سبز پوشوں (اہلِ جنت) کے سرفراز ہیں، اور دوسرے (امام حسینؑ) سرخ رو لوگوں (شہدا) میں جلوہ آراء ہیں۔

یکی از جامِ تسلیم آب خوردہ

دگر جان دورِ جانان سپردہ

ایک (امام حسنؑ) نے جامِ تسلیم سے آبِ حیات پیا ہے، اور دوسرے (امام حسینؑ) نے اپنی جان اپنے جانان (اللہ) کے سپرد کر دی ہے۔

یکی شد چست در جولانِگہِ عشق
دگر رو کردہ خود سوئے رہِ عشق

ایک (امام حسنؑ) میدانِ عشق کی جولانی میں مستعد (تیار) ہوئے، اور دوسرے (امام حسینؑ) نے اپنا رخِ مبارک راہِ عشق کی جانب کر لیا۔

حسن شاہِ نجف را نورِ عین است
چراغِ احمدی حضرتِ حسین است

حسنؑ شاہِ نجف (حضرت علیؑ) کی آنکھوں کا نور ہیں، اور حسینؑ حضرتِ احمد (ﷺ) کا چراغِ ہدایت ہیں۔

زہی سلطانِ تختِ بے ریایئ
سرِ شہدا و شاہِ کربلائی

کیا ہی شان ہے اس سلطانِ تختِ بے ریا کی، جو شہدا کے سردار اور کربلا کے بادشاہ ہیں۔

بر آں قومی کہ بغضِ او گزیدہ
زِ اوشان بر دلش باری رسیدہ

وہ قوم جس نے ان کا بغض (دشمنی) اختیار کیا، ان کے (بغض کے) سبب اس کے دل پر (عذاب اور شرمندگی کا) بوجھ آن پڑا۔

ہزاران لعن بر ارواحِ شان باد
رخِ رحمت زِ چشمِ شان نہان باد

ان (ظالموں) کی ارواح پر ہزاروں لعنتیں ہوں، اور رحمت کا چہرہ ان کی آنکھوں سے ہمیشہ پوشیدہ رہے۔

چہ سان فتویٰ دہد رائیِ نکویان
چہ سان افتد پسندِ اربابِ ایقان

نیک لوگوں کی رائے اس طرح کا فتویٰ کیسے دے سکتی ہے؟ اور اہل ایمان کو یہ کیسے پسند آ سکتا ہے؟

کہ خونریزیِ پیمبر زادگان را
روا دارند و بگذارند شان را

کہ وہ لوگ رسولِ اکرم ﷺ کی اولاد کے خون بہانے کو جائز سمجھتے ہیں اور انہیں اسی حال پر بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہیں۔

خداوندا بحقِ عترتِ پاک
جمیعِ الاصفیاء اصحابِ ادراک

اے خدا! تیری پاک عترت (اہلِ بیت) کے صدقے، اور تمام برگزیدہ اور صاحبِ ادراک لوگوں کے واسطے سے۔

نشورم ساز در خدامِ اوشان
دلِ گلشن زِ فیضِ عامِ اوشان

مجھے (بیدل کو) ان کے خدام (غلاموں) میں اٹھا (اور شامل کر)، اور میرے دل کے گلشن کو ان کے فیضِ عام سے سیراب کر دے۔

سر اخلاص و تصدیق به ترابِ عتبہ حضرت مولا قادر محی الدین سودن و عطیہِ کحلِ الجواہرِ تصفیۃ القلوب بجھۃِ اسعادِ الابصار طلب نمودن

اخلاص اور تصدیق کا راز یہ ہے کہ حضرت مولا قادر محی الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کی چوکھٹ کی خاک کو سرمہ بنانا، اور اس قلبی صفائی کے جوہر والے سرمے کا تحفہ طلب کرنا تاکہ بصیرت کی آنکھیں منور ہو سکیں۔

ہمان نوری کزو عالم منیر است
فروغِ نورِ پاکِ دستگیر است

وہ وہی نور ہے جس سے سارا عالم منور ہے، (اور یہ) نورِ پاک اس دستگیر (ولیِ کامل) کا فیض و فروغ ہے۔

زِ نورِ او جہان را دیدہ روشن
ببوئے او زمین را خانہ گلشن

اس کے نور سے (سارے) جہان کی آنکھیں روشن ہیں، اور اس کی خوشبو سے (تمام) زمین ایک گھر اور گلشن کی مانند (معطر) ہے۔

زِ مہرش مہر را سیمائے پرنور
زِ سیمایش منور طلعتِ حور

اس کی محبت (مہر) سے سورج کا چہرہ پرنور ہے، اور اس کے چہرے (سیمائے) کی چمک سے حور کا چہرہ منور ہے۔

عطا فرمائے عرفانِ شیش و آدم
غیاثِ المستغیثین غوثِ اعظم

وہ جو شیش (حضرت شیث) اور آدم (علیہم السلام) کے عرفان کا عطا فرمانے والا ہے، وہی فریاد کرنے والوں کی فریاد رسی کرنے والا غوثِ اعظم ہے۔

روان بر لوحِ کاف و نون قلم او
رقابِ اولیا زیرِ قدم او

(اللہ کے) "کاف" اور "نون" (کن فیکون) کے لوح پر اس کا قلم رواں ہے، اور تمام اولیاء کی گردنیں اس کے قدموں کے نیچے ہیں۔

براقِ ہمتش جولانگرِ عرش

ترابِ پائے او تاجِ سرِ عرش

اس کی ہمت کی سواری (براق) عرش پر جولانی کرنے والی ہے، اور اس کے پاؤں کی خاک عرش کے سر کا تاج ہے۔

جلالش عرشیانرا حیرت افزائے
جمالش فرشیانرا بزم پیرائے

اس کا جلال عرش والوں کے لیے حیرت میں اضافہ کرنے والا ہے، اور اس کا جمال زمین والوں کی بزم کو سجانے والا ہے۔

کمالش عقلِ کل را بہر بخشود
عطایش عارفان را رتبہ افزود

اس کے کمال نے عقلِ کل کو سب کچھ بخش دیا ہے، اور اس کی عطا نے عارفوں کے رتبے میں اضافہ کیا ہے۔

زِ خاک درگہش حاصل صفائے
جبینش مطلعِ نورِ حنائے

اس کی درگاہ کی خاک سے (دل کی) صفائی حاصل ہوتی ہے، اور اس کی پیشانی نورِ ہدایت کا مطلع ہے۔

رخش روشن زِ انوارِ الہی
دلش آگہ زِ اسرارِ کماہی

اس کا چہرہ الہی انوار سے روشن ہے، اور اس کا دل (خدا کرے) حقیقی اسرار سے آگاہ ہے۔

بعلمش کاین و ماکان مشہود
زِ فکرش فکر را سرمایۂِ جود

اس کے علم سے جو کچھ ہو چکا ہے (ماکان) اور جو کچھ ہونے والا ہے (کائن) سب عیاں ہے، اور اس کی فکر سے (دوسروں کی) فکر کو وجود کا سرمایہ ملتا ہے۔

مراقبہ او فراز از عرش و کرسی
معائینہ او جمالِ اللہ چہ پرسی

اس کا مراقبہ عرش اور کرسی سے بھی بلند تر ہے، اور اس کے مشاہدۂ جمالِ الٰہی کا تو کیا پوچھنا (وہ تو بے پایاں ہے)۔

چراغِ فکر تابان شد زِ نورش
ریاضِ فکر خندان از ظہورش

اس کے نور سے فکر کا چراغ روشن ہو گیا ہے، اور اس کے ظہور سے فکر کا گلشن (ریاض) کھل اٹھا ہے۔

گر افتد پائے عزمِ او بدریا
شود از صدمتش دریا چو صحرا

اگر اس کے عزم کا پاؤں دریا میں پڑ جائے، تو اس کی ہیبت و صدمے سے دریا صحرا بن جائے۔

جبال از سطوتش چوں ریگ ساید
نشاند نار را گر رخ نماید

اس کی سطوت (دبدبے) سے پہاڑ ریت کی طرح پس جائیں، اور اگر وہ اپنا رخِ مبارک دکھائے تو آگ بھی ٹھنڈی پڑ جائے۔

چو ظلِ رحمتش افتد بر اموات
بباید جان شود شاہدِ کرامات

جب اس کی رحمت کا سایہ مردہ دلوں پر پڑتا ہے، تو جان بیدار ہو جاتی ہے اور کرامات کا مشاہدہ کرنے لگتی ہے۔

زِ تابشِ نورِ تجلیاتِ او
منور شد جہان از برکاتِ او

اس کی تجلیات کے نور کی تابش سے، سارا جہان اس کی برکات سے منور ہو گیا ہے۔

خدا یا بیدلِ دلتنگ را نواز
بفیضِ خود کن اش درہاے راز باز

اے خدا! (فقیر) بیدل کے دل تنگ پر نوازش فرما، اور اپنے فیض سے اس پر رازوں کے دروازے کھول دے۔

کہ در بحرِ وصالت غرق سازم

بجانِ خود دمِ بیدل بآزم

تاکہ میں تیری ذات کے سمندرِ وصال میں غرق ہو جاؤں، اور اپنی جان کے ساتھ (اس) بیدل کے لمحے کو آزما سکوں۔

ببخشا بیدلِ مسکینِ عاصی
گنہگارِ سیہ کارِ معاصی

(اے خدا!) اس مسکین، عاصی اور گناہوں کی سیاہ کاریوں میں مبتلا بیدل کو بخش دے۔

بفضلِ عامِ خود کن مغفرت رَا
بخرمتِ شاہِ والا منزلت را

اپنے فضلِ عام سے (میری) مغفرت فرما، اور اس عالی منزلت بادشاہ (رسول اللہ ﷺ یا مرشدِ کامل) کی حرمت کے صدقے (میری بخشش کر دے)۔

هزاران هزار ستایش و نیایش حضرت قلندری را که منشورِ کامروای او بر جبینِ جف القلم بما هو کائن الی یوم الدین صورتِ ثبت پذیرفته و اصابعِ فرمان فرمائیِ او خامہ یمحواللّٰہ ما یشاء و یثبت را سخت گرفتہ۔

ہزاروں ہزار ستائش اور نیایش، اس حضرتِ قلندری کی بارگاہ میں کہ جن کا منشورِ کامرانی، تقدیر کے ماتھے پر روزِ قیامت تک کے لیے یوں ثبت ہو چکا ہے، اور ان کی فرمان روائی کی انگلیاں، خدائے عزوجل کے اس قلمِ قدرت (یعنی 'یمحواللّٰہ ما یشاء و یثبت') کو سختی سے تھامے ہوئے ہیں۔

صبا وقتی گرت افتد گذاری
بسویِ خاکِیوستانِ دیاری

اے صبا! اگر کبھی تیرا گزر اس دیار کی خاکستان (سرزمین) کی طرف ہو جائے۔

میانِ صدقِ ارادت چست بر بند
در آوَر بارگاہِ شاہِ مروند

تو صدقِ ارادت (سچی عقیدت) کی کمر کس کر، شاہِ مروند (حضرت شاہ مروان) کی بارگاہ میں حاضر ہو جا۔

چو من بر خاکِ راہش اشکِ خونریز
در آن بستان چو بلبل محشر انگیز

(اور) میری طرح اس کی راہ کی خاک پر خون کے آنسو بہا، اور اس گلستان (بارگاہ) میں ایک محشر اٹھانے والے بلبل کی طرح فریاد کر۔

زبانی من شود عرضم رسانی
بحضرتِ شاہِ تختِ بے نشانی

میری زبان سے میری عرض اس شاہ کے حضور پہنچا دے، جو بے نشانی (مقامِ لا مکانی) کے تخت پر متمکن ہے۔

چہ شاہی عرشِ عرشش مسندِ ناز

ہمایون طائری تقدیس پرواز

وہ کیسا بادشاہ ہے جس کے عرش کا عرش (مقامِ کمال) مسندِ ناز ہے، اور وہ تقدیس کے افق پر اڑنے والا ایک مبارک پرندہ (روحانی ہستی) ہے۔

چہ شاہی شاہبازِ آشیانِ عشق
دلش گنجینہ سرِ بے نشانِ عشق

وہ کیسا بادشاہ ہے جو عشق کے آشیانے کا شاہباز ہے، اور اس کا دل عشق کے بے نشان رازوں کا خزینہ ہے۔

زِ عشقِ او بود معراجِ ہر خاص
کہ عشقِ او ببخشد تاجِ اخلاص

اسی کے عشق سے ہر خاص بندے کو معراج نصیب ہوتی ہے، کیونکہ اس کا عشق ہی (بندے کو) اخلاص کا تاج عطا کرتا ہے۔

زمین و آسمان محتاجِ اویند
مکان و لامکان افواجِ اویند

زمین اور آسمان اس کے محتاج ہیں، اور (تمام) مکان و لامکان (کائنات) اس کے لشکر (افواج) ہیں۔

قلندر مشرب و منصب قلندر
قلندر صورت و معنیِ پیمبر

اس کا مشرب بھی قلندرانہ ہے اور منصب بھی قلندری ہے، وہ صورت میں قلندر ہے اور معنی میں پیمبر (صفت) ہے۔

قلندر گمراہاں را رہبر آمد
قلندر سروراں را سرور آمد

قلندر گمراہ لوگوں کے لیے رہبر بن کر آیا ہے، اور قلندر سرداروں کا بھی سردار ہے۔

رقمزدہ شد بلوحِ طاقِ اخضر
حسینی لعلِ شہبازِ قلندر

آسمان (طاقِ اخضر) کے لوح پر یہ لکھا جا چکا ہے کہ (یہ) حسینی لعل، شہبازِ قلندر ہے۔

زِ رضوانِ روضہ اش صد بار خوشتر
ضیایِ او زِ نورِ عرشِ انور

اس کے روضہ (مزار) کی رضوان (جنت) سے سو گنا زیادہ خوشبو ہے، اور اس کی روشنی عرشِ انور کے نور سے بھی زیادہ ہے۔

بیاضِ قبہ اش صبحِ صفائی
صفایش نورِ چشمِ روشنائی

اس کے گنبد کی سفیدی صبح کی صفائی (کی مانند) ہے، اور اس کی صفائی (پاکیزگی) روشنی کے لیے آنکھوں کا نور ہے۔

حریم و فرشِ او چون ایمن و طور
تجلی در تجلی نور در نور

اس کا حریم اور اس کا فرش (مقام) وادیِ ایمن اور کوہِ طور کی مانند ہے، (وہاں) تجلی در تجلی اور نور در نور ہے۔

زِ پاکوبیِ مستانِ خیالش
بکیوان میرسد صیتِ جمالش

اس کے خیال میں محو مست لوگوں کے وجد و سرور (پاکوبی) سے، اس کے حسن و جمال کی شہرت آسمانِ ہفتم (کیوان) تک پہنچ جاتی ہے۔

زِ کوسِ شاہیش ہر صبح و شامی
فتد در عرش غلغلِ احتشامی

اس کی بادشاہی کے نقارے سے ہر صبح و شام، عرشِ الٰہی پر اس کے جاہ و جلال (احتشام) کا غلغلہ بلند ہوتا ہے۔

بدلقِ او جہاں در سایہ آرام
زِ خلقِ او حصولِ گنجِ الہام

اس کے دلق (فقیرانہ لباس) کے سائے میں سارا جہاں چین و سکون پاتا ہے، اور اس کی مخلوق (کردار و فیض) سے الہام کا خزانہ حاصل ہوتا ہے۔

الا اے فیض بخشِ جانِ عالم

دلفگارانِ خود را باش مریم

خبردار اے جہانِ جان کو فیض بخشنے والے! اپنے دل افگار (زخمی دل والے) بندوں کے لیے حضرت مریم (علیہا السلام) بن جا (یعنی ان کے زخموں پر مسیحائی کا مرہم رکھ)۔

پرم دوزیدہ از تیرِ قضای
اشارت کن بتکمیلِ عطای

میرے پر قضا کے تیروں سے چھلنی ہو گئے ہیں، (اے مرشد!) اب اپنی ایک اشارہ سے میری عطا (روحانی تکمیل) کو مکمل کر دے۔

کہ از ہم وا کشاید بالِ رایم
شود معراجِ الہامات جائیم

تاکہ میرے ارادے کے پر (جو بند ہو چکے ہیں) کھل جائیں، اور میرا مقام الہامات کا معراج بن جائے۔

بچنگِ خود دلم مضبوط گردان
بفرقِ ظِلِ خود مبسوط گردان

اپنے ہاتھ کے قبضے میں میرے دل کو مضبوط کر دے، اور اپنے سائے (سایۂ عاطفت) کو میرے سر پر دراز (مبسوط) کر دے۔

در تمدحِ جنابِ عرفان مآب زبدة العارفین و قدوة الواصلین و امامِ العاشقین و مهدی الطالبین سیدنا مولانا حضرت شاہ خیرالدین قدس اللہ سرہ العزیز

جنابِ عرفان مآب، عارفوں کے نچوڑ (زبدة العارفین)، واصلین کے پیشوا، عاشقوں کے امام، اور طالبِ حق کے لیے ہدایت کا سرچشمہ، ہمارے سردار و مولانا حضرت شاہ خیرالدین (قدس اللہ سرہ العزیز) کی شان میں مدح و ثنا۔

دلا برخیز رو درکارِ خود باش
چہ خسبی مادحِ داوارِ خود باش

اے دل! اٹھ اور اپنے کام (روحانی مشن) میں لگ جا، کب تک سوئے رہے گا، اپنے ربّ (داور) کی تعریف و توصیف میں مشغول ہو جا۔

چہ داداری دل افزائے فقیران
نجات بخشِ جانہائے اسیران

(وہ) کیسا انصاف کرنے والا ہے جو فقیروں کے دل کو بڑھاتا ہے، اور قیدی جانوں کو نجات عطا کرنے والا ہے۔

اسیرانِ غمُش آزاد از دام
چہ دامی حبسِ قیدِ فعلِ اوہام

(جو) اس کے غم کے قیدی ہیں وہ (دنیاوی) دام سے آزاد ہو چکے ہیں، (اصل) دام تو اوہام (خیالات) کے افعال کی قید ہے۔

جنابِ اطہرش فروسِ رضوان
کہ رضوانِ ارم او است دربان

اس کا پاکیزہ دربار جنت کا فردوس ہے، جس کا دربان خود جنت (رضوانِ ارم) کا داروغہ ہے۔

گدائی کوئے او سلطانِ جاوید
فدائے روئے او اغنی زِ جمشید

اس کی گلی کا گدا بھی دائمی سلطان ہے، (اور) اس کے چہرے پر قربان ہونے والا جمشید (بادشاہ) سے بھی زیادہ امیر (اغنی) ہے۔

درونِ گنبدش جانِ جہان بین
برونش سبز رنگِ قبہِ نیلین

اس کے گنبد کے اندر جہان کو دیکھنے والی جان ہے، (اور) باہر اس کا سبز رنگ نیلگوں قبہ ہے۔

ہزاران شمعِ نور افروختہ دروی
چراغِ صد ظہور افروختہ دروی

اس کے اندر ہزاروں نور کی شمعیں روشن ہیں، (اور) اس کے اندر سو ظہوروں کے چراغ روشن کیے گئے ہیں۔

درون روشن زِ تنویرِ کمالات
برون سرخوش ب اظہارِ کرامات

(ان کا) باطن کمالات کے نور سے روشن ہے، اور ظاہر کرامات کے اظہار سے سرخوش (مست) ہے۔

زہی مرقد منور دیدۂ دل
زہی قد را قدِ شہنشاہیِ مکمل

کیا ہی مبارک ہے یہ مرقد جو دل کی آنکھوں کو منور کر دیتا ہے، اور کیا ہی مبارک ہے (ان کا) قد جو شہنشاہی کے کمال کو مکمل کیے ہوئے ہے۔

شبستانِ جہان را شمعِ ارشاد
گلستانِ زمان را تازہ شمشاد

(وہ) جہان کی شبِ تاریک کے لیے ہدایت (ارشاد) کی شمع ہیں، اور زمانے کے گلستان کے لیے ایک تازہ شمشاد (سروِ قد) ہیں۔

زِ جودش عارفان از خود رمیدند
بمنزلگاہِ سلطانی رسیدند

ان کے جود و کرم سے عارفین نے اپنی ہستی سے دوری اختیار کر لی (یعنی فنا فی اللہ ہو گئے)، اور سلطانی (ولایت) کی منزلگاہ تک پہنچ گئے۔

زِ لطفش سالکان در جستجوئی
زِ فیضش عاشقان درہائے ہوئی

ان کے لطف سے سالکین جستجو (سلوک) میں مشغول ہیں، اور ان کے فیض سے عاشقین "ہو" (ذاتِ الٰہی) کے درباروں میں ہیں۔

نوازشہائی او بیرون زِ تعداد
با اقطاب و بر ابدال و بر اوتاد

اس کی نوازشیں بے شمار ہیں، جو اقطاب، ابدال اور اوتاد (مرتبۂ ولایت کی بلند ہستیاں) پر ہوتی ہیں۔

گلی از باغِ جیلانی شگفتہ
بسِلکِ قادری درباری سفتہ

(یہ) باغِ جیلانی (حضرت غوثِ اعظم کا سلسلہ) کا ایک کھلا ہوا پھول ہے، جس نے قادری سلسلے (سلکِ قادری) کی درباری کو سجا رکھا ہے۔

زِ تنہا قادری بل چارکانہ
نہادہ رخ بخاکِ آن آستانہ

(یہ) صرف قادری نہیں بلکہ چاروں سلسلوں (چارکانہ) کا فیض یافتہ ہے، جس نے اس آستانے (بارگاہِ غوثیہ) کی خاک پر اپنا رخ رکھا ہے۔

زِ نسلِ پیرِ پیرانِ گوہر او
شہانِ وجد را سر بر درِ او

یہ پیرانِ پیر (حضرت عبدالقادر جیلانیؒ) کی گوہر نسل سے ہے، جس کے دروازے پر وجد و حال کے بادشاہ (شہانِ وجد) سر جھکائے بیٹھے ہیں۔

زِ فیضِ مقدمِ آن مصطفیٰ زاد
معلیٰ قدر شد سکر چو بغداد

اس مصطفیٰ زاد (رسول پاک ﷺ کی آل) کے قدموں کے فیض سے، سکر (ایک مقام) بغداد کی طرح بلند مرتبہ ہو گیا ہے۔

کریم این کریمِ آن پاک گوہر
ببرجِ معرفت تابندہ اختر

یہ کریم (خود بھی) کریم ہے اور وہ پاک گوہر (نسب) بھی، جو معرفت کے برج میں ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔

بر اوراقِ زبرجد گشت مرقوم
صفاتش شاہِ خیرالدین مخدوم

زمرد جیسے سبز اوراق پر شاہ خیرالدین مخدوم کی صفات مرقوم ہوئیں۔

گلشن، سیراب از مطرانِ تحقیق
معطر زِو مشامِ اہلِ تصدیق

(ان کا) گلشن تحقیق کی بارشوں سے سیراب ہے، اور ان کی وجہ سے اہل تصدیق (ایمان والوں) کے مشام (ناک) معطر ہیں۔

مسیح از پردہ دارانِ حرمِ او
کلیم و خضر مشتاقِ کرمِ او

حضرت عیسیٰ (مسیح) ان کے حرم کے پردہ داروں میں سے ہیں، اور حضرت موسیٰ (کلیم) اور حضرت خضر ان کے کرم کے مشتاق ہیں۔

خدایا تا دل و جان ہمقدم باد
سرِ بیدل بخاکِ آن حرم باد

اے خدا! جب تک دل و جان (قالب میں) ہمقدم ہیں، بیدل کا سر ہمیشہ اس حرم کی خاک پر رہے۔

در نغمہ پردازیِ گلدستہِ باغستانِ مستی کہ عنادلِ ہشیاری و ہستی بظہورستانِ بہارش از خود میرود و نسیمِ اختیاری و پیش دستی بجلوگاہِ گلزارش بی سرو پا می دود۔

اس مستی کے باغستان کے گلدستے کی نغمہ سرائی میں، جہاں ہوش و خرد کے بلبل اپنی ہستی کو اس کے بہار کے ظہور کے سامنے کھو دیتے ہیں، اور اختیاری عمل اور پیش قدمی کرنے والی نسیم، اس گلزار کے جلوہ گاہ کی طرف دیوانہ وار بھاگی چلی جاتی ہے۔

گلستانِ دو عالم را صنوبر
زہی مہدیِ منظورِ پیمبر

(وہ) دونوں جہانوں کے گلستان کا صنوبر (سروِ قد) ہے، اور کیا ہی مبارک ہے یہ مہدی جو پیمبر (ﷺ) کا منظورِ نظر ہے۔

کلامش بحرِ جان را موج انگیز
خرامش ذیلِ عنبر را گہر ریز

اس کا کلام جان کے سمندر میں موجیں اٹھانے والا ہے، اور اس کی چال عنبریں دامن سے موتی نچھاور کرنے والی ہے۔

برون افسردہ چوں بیت المقدس
درون آراستہ با نورِ اقدس

(ان کا) ظاہر بیت المقدس کی طرح بظاہر افسردہ (خاموش اور سادہ) ہے، لیکن باطن نورِ اقدس سے آراستہ ہے۔

کمالش با مریدان مدد ساز
جلالش از تغیر خانہ پرداز

ان کا کمال مریدوں کے لیے دستگیری کرنے والا ہے، اور ان کا جلال (اپنی توجہ سے) حالات کو بدل کر گھر سنوارنے والا ہے۔

برون از خطۂ ناسوت پایش
فزون از جلوۂ جبروت جایش

ان کے پاؤں ناسوت (بشری عالم) کی حدود سے باہر ہیں، اور ان کا مقام عالمِ جبروت کے جلووں سے بھی بلند تر ہے۔

زِ معراجش فلک یک نردبانی
عروجِ عرشِ او را آشیانی

اس کے معراج کے لیے آسمان محض ایک سیڑھی ہے، (اور یہ) اس کے عرشِ کمال کے عروج کے لیے ایک آشیانہ ہے۔

مکان و لامکان فرمان بر او
زمین و آسمان یک دفترِ او

مکان اور لامکان اس کے فرمانبردار ہیں، اور زمین و آسمان اس کے ایک دفتر (کی مانند) ہیں۔

بمستی نایبِ حضرت قلندر
کراماتش چو اعجازِ پیمبر

مستی (حال) میں وہ حضرت قلندر (غوثِ اعظم) کا نائب ہے، (اور) اس کی کرامات پیغمبر (ﷺ) کے معجزوں کی طرح ہیں۔

فلک پشتِ دوتا شد ساجدِ او
در راہِ خدمتِ او سر برو

آسمان اس کے سامنے سجدہ ریز ہو کر جھک گیا ہے، (اور) اس کی خدمت کی راہ میں سر بہ سجود ہے۔

زِ قوسینش فراتر منزلِ جاه
کس از منصبِ کمالِ او کم آگاه

اس کا مقامِ جاہ 'قوسین' (ادنیٰ) سے بھی بلند تر ہے، (اور) کوئی بھی اس کے منصبِ کمال کی حقیقت سے پوری طرح آگاہ نہیں ہے۔

زِ سر تا پا ہمہ اسرارِ مستی
برون ترجستہ از پندارِ ہستی

وہ سر سے پا تک سراپا اسرارِ مستی ہے، اور 'ہستی' کے تمام ظاہری پندار (گمان) سے بلند ہو چکا ہے۔

تنش چوں جانِ پاک از جسم عریان
حللِ انوارِ کسوتِ او زِ یزدان

اس کا جسم پاکیزہ جان کی طرح (ظاہری) جسم سے عریان ہے، (اور) اس کے انوار کی پوشاک براہِ راست خدا (یزدان) کی طرف سے ہے۔

بناگاہ شاہ مسمی گشتہ آن شاہ
کہ یافتہ منصبِ شاہی بناگاہ

وہ شاہ اچانک (بناگاہ) "شاہ" کے نام سے موسوم ہو گیا، جس نے اچانک ہی شاہی منصب پا لیا ہے۔

اگرچہ مستِ مجذوبِ الٰہی است

ولی غواصِ بحرِ دل کماہی است

اگرچہ وہ (ظاہری طور پر) الٰہی مستی میں مجذوب ہے، لیکن وہ حقیقت میں دل کے سمندر کی گہرائیوں کا غواص (غوطہ خور) ہے۔

مدامش بر مریدان خود نظر باد
مدامم خاکِ پایش تاجِ سر باد

اس کی نظر ہمیشہ اپنے مریدوں پر رہے، اور اس کے قدموں کی خاک ہمیشہ میرے سر کا تاج بنی رہے۔

آئینۂ ضمیر را بصیقلِ ارادتِ مصفا کردن و تصورِ معنویِ اولی الارشاد را پیشِ چشم آوردن۔

اپنے دل کے آئینے کو عقیدت و ارادت کی صیقل سے شفاف کرنا، اور اپنے روحانی مرشد کے معنوی تصور کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر رکھنا۔

خصوصاً شیخِ ثانی عارفِ وقت
وصفِ بے حسابش واصفِ وقت

خصوصاً (ان کا) شیخِ ثانی، جو وقت کا عارف ہے، اس کی بے حساب تعریف کرنے والا خود وقت کا واصف (تعریف کرنے والا) ہے۔

درون مجذوبِ متشرع بظاہر

درونش چوں بروں پاک و مطہر

(وہ) باطن میں مجذوب ہے اور ظاہر میں متشرِع (شریعت کا پابند)، اس کا باطن بھی ظاہر کی طرح پاک اور مطہر ہے۔

بلبسِ شرع پر زیور تنِ او
درادین جایِ جان روشنِ او

اس کا جسم شریعت کے لباس اور زیور سے آراستہ ہے، اور دین میں اس کی روشن جان کا مقام ہے۔

حریمِ قدس را او محرمِ خاص
دلش شمعِ شبستانِ اخلاص

وہ حریمِ قدس (بارگاہِ الٰہی) کا محرمِ خاص ہے، اور اس کا دل اخلاص کے شبستان (خلوت گاہ) کا شمع ہے۔

جمالش جلوہ بخشِ ماہ و خورشید
کمالش محوِ را فلکِ جاوید

اس کا جمال چاند اور سورج کو جلوہ بخشنے والا ہے، اور اس کا کمال فلکِ جاوید کو محو (حیران) کرنے والا ہے۔

محیطِ معرفت را گشت غواص
زِ جولانش دلِ جبروت رقاص

(وہ) معرفت کے سمندر کا غواص (غوطہ خور) بن گیا ہے، جس کی جولانی (حرکت) سے عالمِ جبروت کا دل بھی رقص کرنے لگتا ہے۔

بتن مسند طرازِ دینِ احمد
بجان مستغرقِ نورِ محمد

وہ جسمانی طور پر دینِ احمدی کی مسند کو سجانے والا ہے، اور باطنی طور پر نورِ محمدی (ﷺ) میں غرق ہے۔

تنش قائم بدین چوں رکنِ اسلام
دلش دائم بجاناں مظہرِ الہام

اس کا جسم دین پر ایسے قائم ہے جیسے اسلام کا کوئی رکن، (اور) اس کا دل ہمیشہ محبوبِ حقیقی (جاناں) کے لیے الہام کا مظہر ہے۔

بظاہر عبده را داد داده
بباطن وحده را سر کشاده

بظاہر اس نے (اللہ نے) اپنے بندے کو (سب کچھ) عطا کر دیا ہے، اور باطن میں اس کے لیے توحید کے راز کھول دیے ہیں۔

بلطفِ ایزدی سر سبز و شاداب
چو لطفِ ایزدی نامش عیان تاب

اللہ کے لطف سے وہ سرسبز و شاداب ہے، اور اللہ کے لطف کی طرح اس کا نام (بھی) عیاں اور تابناک ہے۔

گروہِ نقشبندان را سرِ خیل
زدہ نقشِ کمالش دست در ذیل

وہ نقشبندیوں کے گروہ کا سالار (سردار) ہے، جس کے کمال کا نقش (اثر) ہر ایک کے دامنِ طلب میں موجود ہے۔

بحبسِ نفسِ او محبوسِ اشباح
بہ تنزیلِ دمش تفریحِ ارواح

اس کے نفس کے قید خانے میں سب ظاہری اجسام (اشباح) قید ہیں، (اور) اس کے دم کے نزول سے ارواح کو سکون ملتا ہے۔

نقوشِ ہر دو عالم.....
تجلی گاہِ جانِ بوستان سراید

دونوں جہانوں کے نقوش (اس کے کلام سے) بوستانِ جان کی تجلی گاہ کو گنگناتے ہیں۔

کجا نقشِ ظہور آتش فریبَد
کہ نقاش از نظر او کم شکیبد

ظہور کا نقش کہاں آگ سے فریب کھاتا ہے؟ کیونکہ نقاش (خدا) اس کی نظر سے بہت کم چھپتا ہے۔

بنقاشِ ازل او را سروکار
دلِ پرنورِ او آئینِ اسرار

اس کا تعلق براہِ راست نقاشِ ازل (خدا) سے ہے، اور اس کا پرنور دل اسرار کا آئینہ ہے۔

بہنگامی کہ تلقین ساز گردد
مگس از صحبتش شہباز گردد

جب وہ تلقین (درسِ روحانی) میں مشغول ہوتا ہے، تو اس کی صحبت سے (عام) مکھی بھی شہباز (بلند پرواز) بن جاتی ہے۔

زِ جامش جرعۂ بادا نصیبم
خیالش روشنش بادا قریبم

اس کے جامِ عرفان سے مجھے بھی ایک گھونٹ نصیب ہو، اور اس کا روشن خیال ہمیشہ میرے قریب رہے۔

در بیانِ مشاهگیِ عروسِ تفکر کہ از حجلۂ بطون در بزمِ رنگینِ ظهور جلوه نما خواهد شد

فکر کی دلہن کو آراستہ کرنے (سجانے) کے بیان میں، جو باطن (غیب) کے خلوت کدے سے نکل کر ظہور (نمودار ہونے) کی بزمِ رنگین میں جلوہ گر ہونے والی ہے۔

نہ مارا دست رس در شعر چندان است
کہ شعرم شمعِ بزمِ ہوشمندان است

ہمیں شاعری پر اتنی دسترس حاصل نہیں ہے، کہ ہمارا شعر اہل دانش کی محفل کے لیے شمع بن سکے۔

نہ حرفم چوں گہرہای نظامی است
نہ طبعم را صفائی ہمچو جامی است

نہ تو ہمارے الفاظ نظامی (گنجوی) کے موتیوں جیسے ہیں، اور نہ ہی ہماری طبیعت میں جامی (رح) جیسی صفائی ہے۔

نہ چوں سخنانِ سعدی شد نمک‌ریز
نہ چوں اشعارِ خسرو شکر آمیز

نہ ہمارے کلام میں سعدی (شیرازی) جیسی نمکینی ہے، اور نہ ہی خسرو (دہلوی) کے اشعار جیسی شیرینی ہے۔

چو وصفِ شعرِ ما جز خامی نیست
شروعش را نکو انجامی نیست

کیونکہ ہمارے کلام کے وصف میں خامی کے سوا کچھ نہیں، اس لیے اس کے آغاز کا کوئی اچھا انجام نہیں ہے۔

چسان با پختگی منسوب گردد
مگر از خامگی معیوب گردد

یہ کلام پختگی سے کیسے منسوب ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ تو خامی کی وجہ سے عیب دار ہے۔

عقول با صفایم کردہ الہام
کہ اے دیوانہ بگذر زین ہوسِ خام

عقل نے میری صفائی پر الہام کیا ہے کہ اے دیوانے! اس خام ہوس سے گزر جا (یعنی اسے چھوڑ دے)۔

کہ پیش از تو سخن را بس بلندی است
کلامِ سابقان را ارجمندی است

کیونکہ تجھ سے پہلے کلام (شاعری) بہت بلندی پر تھا، اور گزشتہ لوگوں (بزرگ شعراء) کے کلام کی اپنی قدر و قیمت ہے۔

نشاید پیشِ خورشیدِ جہان‌تاب
بیفروزی چراغِ نورِ نایاب

جہاں تاب سورج کے سامنے، نورِ نایاب (والے) چراغ کو روشن کرنا مناسب نہیں ہے۔

ببازارِ صفِ جوہر فروشان
مکن ظاہر سفالِ خود بپوشان

جوہر شناسوں (اہلِ کمال) کے بازار میں اپنی کم مائیگی (مٹی کے برتن) ظاہر نہ کر، بلکہ اسے چھپا لے۔

بگلبا نگ عنادل نغمہ پرداز
نخواهند از غراب کہنہ آواز

جب بلبلیں (عارفانِ کامل) نغمہ سرا ہوں، تو کوے (کم ظرف) سے پرانی آواز (بیکار بات) کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

بشو اوراق درس خامشی گیر
کہ ناید بوی گل از غنچہ تصویر

(مطالعے کے) اوراق دھو ڈال اور خاموشی کا سبق سیکھ؛ کیونکہ تصویر والی غنچہ (خیالی باتوں) سے اصلی پھول کی خوشبو نہیں آتی۔

ولی طبعم مسخر نفس بوده
برغمِ آن بوالہوس لب ناگشوده

مگر میری طبع نفس کے قبضے میں رہی ہے، اور اس بوالہوس (نفس) کے غم میں لب نہیں کھولے۔

رضایش را گزیده بر رضایش
نشد تا نورِ معنی رہنمایش

میں نے اس (محبوبِ حقیقی) کی رضا کو اپنی رضا پر ترجیح دی، جب تک کہ نورِ معنی میرا رہنما نہ بن گیا۔

قلم بگرفتہ و تسوید سر کرد
ز رویش ردی کاغذ تیر ہ تر کرد

قلم ہاتھ میں لیا اور سیاہ کاری (لکھنا) شروع کی؛ اس کے چہرے کی تابانی نے (میری تحریر کی) سیاہی کو اور بھی گہرا کر دیا۔

مگر صاحب‌دلی روشن خیالی
کند این سود را بیض الکمالی

سوائے کوئی صاحبِ دل اور روشن خیال انسان کے، جو اس سودے (میرے کلام) کو کمال کی سفیدی (تحفہ) بنا دے۔

چو میلِ طبع شد دل را مددگار
نہادہ این دستہ گل را ببازار

جب میری طبع کا رجحان دل کا مددگار بنا، تو میں نے یہ پھولوں کا دستہ (یہ اشعار) بازار (دنیا) میں پیش کر دیا۔

بیازدہ مقالات و تماثیل
میان چار سو آویختہ قندیل

(میں نے) گیارہ مقالے اور تمثیلیں پیش کی ہیں، گویا چاروں طرف قندیلیں لٹکا دی ہیں۔

"ریاض الفقر" نامش کردہ جانم

چو بلبل برگلشن غلغل کنانم

میری روح نے اس کا نام "ریاض الفقر" رکھا ہے، اور میں اس گلشن میں بلبل کی طرح نغمہ سرا ہوں۔

بعقب هر مقاله و هر حکایت
بود پیوسته غزل از صد شکایت

ہر مقالے اور ہر حکایت کے بعد، سو قسم کی شکایتوں پر مبنی غزل پیوستہ ہے۔

عبث گشتم بدین مشغل ہوا سنج
بغیر از وعده راحت میبرم رنج

میں نے اس مشغلے میں عبث وقت گزارا، اور وعدۂ راحت کے سوا، میں صرف رنج اٹھا رہا ہوں۔

بتلف عمر خود مکوشم افسوس
بعمداً از هر در مینوشم افسوس

افسوس! کہ میں اپنی عمر ضائع کرنے میں کوشاں رہا، اور دیدہ و دانستہ ہر دروازے سے افسوس پی رہا ہوں۔

آغاز

مقالہ: 1

آغازِ مقالۂ اول در توبیخِ طایرِ ارواح کہ از آشیانۂ قدس دور ماندہ و در قفسِ اشباح بآب و دانۂ حواسِ ہوس‌باز و ہوا پرست مسرور گشتہ۔

اس پہلے مقالے کا آغاز، روح کے اس پرندے کی ملامت و توبیخ میں جو اپنے اصلی مقام (آشیانۂ قدس) سے دور جا پڑا ہے، اور مادی جسم (قفسِ اشباح) میں قید ہو کر حواسِ خمسہ کی ہوس اور خواہشاتِ نفسانی کی خوراک پر خوش و خرم بیٹھا ہے۔

دلا زان نور رحمت دور چونی
ز محبوب بقا مہجور چونی

اے دل! تو اس نورِ رحمت سے دور کیوں ہے، اور محبوبِ حقیقی (جو بقائے دوام ہے) سے دوری میں کیوں مبتلا ہے؟

بقید آب و گل ماندی گرفتار
فراموش کردہ آن ذوق دیدار

تو آب و گل (خاکی دنیا) کی قید میں گرفتار رہ گیا ہے، اور اس ذوقِ دیدارِ الٰہی کو فراموش کر بیٹھا ہے۔

توئی آن بلبل گلزار تفرید
کہ بود از صوت شوقش رنگ تجرید

تو وہی بلبلِ گلزارِ توحید (تفرید) ہے، جس کے شوق کی آواز سے عالمِ تجرید کا رنگ پیدا ہوتا تھا۔

ز وحدت سوی کثرت چون رسیدی
برنگ آباد تن چون آرمیدی

جب تو وحدت (حقیقی) سے کثرت (مجازی دنیا) کی طرف آ گیا، تو اس تن (جسم) کے رنگین گھر میں کیسے سکون پا بیٹھا؟

مگر بال و پرت را دو جنت صیاد
وگرنہ روت برخاک از چہ افتاد

شاید شکاری نے تیرے پر و بال باندھ دیے ہیں، ورنہ تیرا چہرہ خاک (زمین) پر کیوں آ گرا؟

تو آدم زادہ و ناخلف نی
ز تو چیزی بحق والا شرف نی

تو آدم کی اولاد ہے اور نالائق نہیں ہے، (اور) تجھ سے بڑھ کر حق کی بارگاہ میں کوئی بلند رتبہ نہیں ہے۔

تو آدم زادہ خواندت خدا ناس
مکن کردار خود چون کار نسناس

خدا نے تجھے "آدم زادہ" پکارا ہے، پس اپنا کردار بھوت پریت (جیسے پست) لوگوں جیسا نہ بنا۔

تو آدم زاده بشناس خود را
مکن صرف گمان انفاس خود را

اے آدم زاد! اپنی پہچان کر، اور اپنی سانسوں (زندگی) کو محض گمان (وہم) میں ضائع مت کر۔

تو آدم زاده بر خود یقین ساز
بسوی باغ وحدت ساز پرواز

اے آدم زاد! اپنے آپ پر یقین پیدا کر، اور وحدت کے باغ کی طرف پرواز کر۔

تو آدم زاده با دیو یاری
مکن با دشمنانت دوستداری

اے آدم زاد! دیو (شیطان/نفس امارہ) کے ساتھ یاری نہ کر، اپنے دشمنوں (نفس و شیطان) سے دوستی مت کر۔

تو آدم زاده و پاک طینت
برون آر از حجاب کفر و دینت

تو آدم زاد ہے اور پاک فطرت ہے، اپنے آپ کو کفر اور دین کے حجاب (دونوں) سے باہر نکال۔

بدتر از کفر است هشدار

گر تو چه باید گفت ز نهار

ہوشیار رہ کہ یہ (غفلت) کفر سے بھی بدتر ہے، اگر تو (حقیقت کو) سمجھتا ہے تو اس سے پناہ مانگ۔

چو دینت اکل و شرب و هم منام است
سرائی خاکیت دارالسلام است

جب تیرا دین صرف کھانا، پینا اور سونا رہ گیا ہے، تو (پھر) تیری خاکی دنیا ہی تیرے لیے دارالسلام (جنت) بنی ہوئی ہے۔

سزائی نفس شد این انجمن بس
که در خور مرده گور و کفن بس

یہ محفلِ (دنیا) صرف تیرے نفس کے لیے سزا ہے، کیونکہ مُردے کے لیے تو قبر اور کفن ہی کافی ہوتا ہے۔

سرافیل صدائی خلوت خاص
ترا داعی شده هر دم باخلاص

تیری خلوتِ خاص میں سرافیل کی آواز (روح کی پکار) تجھے ہر دم خلوص کے ساتھ دعوت دے رہی ہے۔

بکش از گوش جانها پنبه غفلت
که تا شوی صلائی قدس وحدت

اپنے جان کے کانوں سے غفلت کی روئی نکال، تاکہ تو (الٰہی) وحدت کی مقدس ندا سن سکے۔

ز گور تن برون آئی بیکدم
شوی در عرصه دیدار قائم

(اگر تو ایسا کرے تو) ایک دم میں اپنے جسم کی قبر سے باہر نکل آئے، اور (حق کے) دیدار کے میدان میں ہمیشہ کے لیے قائم ہو جائے۔

فنا شو تا بقا بخشد خدایت
شود زین سو بدان سو رہنمایت

(اس دنیا میں) فنا ہو جا تاکہ خدا تجھے بقا عطا فرمائے، اور وہ اس طرف (دنیا) سے اس طرف (عالمِ بالا) کی طرف تیرا رہنمائی کرنے والا ہو جائے۔

چرا میثاق خود کردی فراموش
بلا گفتی و ہین زو مانده خاموش

تو نے اپنا میثاق (عہدِ الست) کیوں فراموش کر دیا؟ تو نے (اس وقت) "بلا" (ہاں، میں اقرار کرتا ہوں) کہا تھا، اور اب (یہاں آ کر) اس سے خاموش کیوں بیٹھا ہے؟

چو اوفوا بالعقود از حق رسیدت
چرا دل سوی او کم کشیدت

جب حق تعالیٰ کی طرف سے "اوفوا بالعقود" (اپنے عہد کو پورا کرو) کا حکم پہنچ چکا ہے، تو تیرا دل اس کی طرف (وفا کرنے میں) کم کیوں مائل ہے؟

مشو قانع برین بوی و رنگی
مکن در باز گر دیدن دورنگی

اس (دنیا کی) بو اور رنگ پر قانع نہ ہو، اگر (حقیقی) بصیرت (دیدن) چاہتے ہو تو دورنگی (منافقت) کو چھوڑ دو۔

ترا بہر تماشائی فرستاد
برای باز گردیدن پرت داد

اس نے تجھے (دنیا میں) تماشائی بنا کر بھیجا ہے، اور واپس پلٹنے کے لیے تجھے پر (روحانی طاقت) عطا کیے ہیں۔

تو در ویرانہ با چغدان شدی یار
تو شہبازی نہ چغدی را سزاوار

تو ویرانے میں چغدوں (الووں) کے ساتھ یارانہ گانٹھ بیٹھا ہے، حالانکہ تو شاہباز (بلند پرواز) ہے، تیرا مقام الووں کے ساتھ رہنا نہیں ہے۔

بہ پرواز آ و بیہودہ مکش رنج
بدستِ شاہ شو باری فرح سنج

(حق کی جانب) پرواز کر اور فضول میں (دنیاوی) مشقت و رنج نہ اٹھا۔ (اپنے آپ کو) بادشاہِ حقیقی (اللہ) کے دستِ قدرت میں سونپ دے اور ایک بار پھر خوشی و مسرت کا تجربہ کر۔

حکایت

حکایت در امتثالِ روح و امتناعِ نفس و مثلِ زدنِ آن‌ها را بدو شاہینِ شہانہ

ایک ایسی حکایت جس میں روح کی فرمانبرداری اور نفس کی سرکشی کا بیان ہے، اور ان دونوں (کی کیفیت) کو دو شاہینِ شاہانہ (شاہی عقابوں) سے تشبیہ دی گئی ہے۔

شہنشاہی بزمِ سیرِ گاہی
دو شاہین را بدارد رخ براہئ

شہنشاہ (خدا) کی سیر گاہ کی بزم میں، دو شاہین (روحیں) راہِ حق کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں۔

چو از دستِ ملک آن ہر دو طیار
روان گشتند بہرِ سیرِ یکبار

جب وہ دونوں طیار (پرندے) بادشاہ کے دستِ قدرت سے، ایک بار سیر کے لیے روانہ ہوئے۔

بجولانگاہِ چغدان در رسیدند
گہرِ خود را بسلکِ شان کشیدند

وہ الووں (غافلوں) کے جولان گاہ (میدان) میں پہنچے، اور اپنے (قیمتی) جوہر کو ان کی لڑی میں پرو دیا۔

یکی زآن مرغِ زیرکِ ہوشمندی
زِ شوقِ دستِ شہ دل در کمندی

ان میں سے ایک ہوشمند اور زیرک پرندے نے، بادشاہ کے دستِ عنایت کے شوق میں اپنے دل کو (عشق کی) کمند میں ڈال لیا۔

فتان خیزان در آن ویرانہ ہر دم
بیادِ شاہ با چغدان نہ خورم

وہ اس ویرانے میں ہر دم فتنے اٹھا رہا ہے، (اور کہتا ہے) کہ میں بادشاہ کی یاد کے ساتھ الووں کے ساتھ نہیں ملوں گا۔

بچغدان زان تنعم قصہ پرواز
کہ اے با من سبک سازید پرواز

اس نے الووں سے پرواز کا قصہ چھیڑا، کہ اے میرے ساتھ سبک (تیز) پرواز کرو۔

زِ کردارم بیاموزند کاری
بمن پرید سوئی شہرِ یاری

میرے عمل سے کوئی کام سیکھو، اور میرے ساتھ اُڑ کر شہرِ یار (خدا کے شہر) کی طرف چلو۔

ز طیران و تکلم خود بر آید
چو مادر راه سلطانی در آید

(جب وہ) اپنی پرواز اور کلام سے اوپر اٹھتا ہے، تو ماں (اصل) کی طرح شاہی راہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

دگر زان مرغ بد ہم صورت باز
و لیکن دور تر زان معنیِ راز

دوسرا پرندہ بظاہر اسی جیسا ہے، لیکن وہ (حقیقی) معنیِ راز سے بہت دور ہے۔

بچغدان گشتہ دمساز و ہم آواز
فراموش گشتہ زو تدبیرِ پرواز

وہ الووں کا ساتھی اور ہم آواز بن گیا ہے، اور اس نے پرواز کی تدبیر کو فراموش کر دیا ہے۔

فتاد از قربِ سلطانی دور مہجور
بیدان بچغدستان چغدان مسرور

وہ قربِ سلطانی سے دور اور ہجر کا شکار ہو گیا، اور ان الووں کے دیس میں الوؤں کے ساتھ خوش ہے۔

چو طبلِ ارجعی بنواختندش
بمرجعِ بی نشان نا یافتندش

جب اس کے لیے "ارجعی" (واپس لوٹ آ) کا طبل بجایا گیا، تو اسے اس بے نشان مرجع (ٹھکانے) پر نہ پا سکے۔

ہما باز آمد آنجا باز زِ آنجا
کہ بودش اصلِ جان و دل بدانجا

وہ ہما (روح) واپس وہیں لوٹ آیا، کیونکہ اس کے جان و دل کی اصل وہیں تھی۔

بود بازانکہ باز آید بشاہی
نہ آنکو کم کند چون کور راہی

شاہی (بارگاہِ الٰہی) کی طرف وہی باز (روح) لوٹتا ہے، نہ کہ وہ جو اندھے مسافر کی طرح (منزل سے) کم (دور) ہو جاتا ہے۔

تو ہم بیدل اگر بازی بیاباز
بسوی آن شہنشاہی سرفراز

اے بیدل! اگر تو بھی باز (روحِ بلند پرواز) ہے تو بازی لے جا، اور اس شہنشاہی (کے مقام) کی طرف سر اٹھا کر چل۔

رخ آور در طریقِ استقامت
کہ یابی منزلِ فضل و کرامت

استقامت کے راستے پر اپنا رخ کر، تاکہ تو فضل اور کرامت کی منزل پا سکے۔

غزل

سرِ عشقت نہ بر جملہ ہویدا باشد
داغِ غم جز بدلِ لالہ نہ پیدا باشد

تیرے عشق کا راز ہر کسی پر ظاہر نہیں ہوتا، غم کا داغ لالہ کے دل کے سوا کہیں اور نمایاں نہیں ہوتا۔

سالکانِ رہِ او دل بدو عالم نہ دہند
مگر آنرا کہ دلش با دلِ ہمتا باشد

اس کے راستے کے سالک اپنا دل دونوں جہانوں میں نہیں دیتے، سوائے اس شخص کے جس کا دل (اس کے) ہمتا دل کے ساتھ (وابستہ) ہو۔

ای بسا سر کہ چو منصور دارِ شوقش
بستہ اندر رسنِ آن زلفِ چلیپا باشد

کتنے ہی ایسے سر ہیں جو منصور کی طرح شوق کے دار پر ہیں، اور اس زلفِ پیچدار (کا رشتہ) رسی میں بندھا ہوا ہے۔

قمریِ جان بہوا داریِ او نالاں زار
سروِ قدش چو بباغِ دلِ رعنا باشد

جان کی قمری اس کی محبت میں زار و قطار نالہ کناں ہے، (اور) اس کا سروِ قد دل کے باغ میں رعنا (خوبصورت) ہے۔

چون غمِ عشقِ تو دادند مرا روزِ ازل
نرود نقشِ رخت از دلِ جان تا باشد

جب مجھے روزِ ازل ہی تیرے غمِ عشق کی دولت دی گئی، تو (اب) جب تک جان ہے، تیرے چہرے کا نقش دل سے نہیں جائے گا۔

کرد گہ بر فکند لیلی من پردہ ز روئی
صد چو مجنون ہمہ را روی بصحرا باشد

جب میری لیلیٰ نے اپنے رخ سے پردہ اٹھایا، تو سو مجنوں کی طرح سب کا رخ صحرا کی طرف ہو گیا۔

گر بزمِ منِ دلسوختہ آید دلدار
مے و کباب از جگر و اشک مہیا باشد

اگر میرا دلدار میری دلسوختہ بزم میں آ جائے، تو (پھر) جگر سے مے و کباب، اور اشک (آنسو) تیار ہوتے ہیں۔

مقالہ: 2

مقالته الثانی فی ترجمة الحدیث القدسیه من عشقنی فعشقته و من عشقته فقتلته و من قتلته فاحییته و کذا فی القرآن - وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ (سورہ ۳: آل عمران، آیت ۶۹)

دوسرا مقالہ، اس حدیثِ قدسی کی تشریح میں جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”جو مجھ سے عشق کرتا ہے، میں اس سے عشق کرتا ہوں، اور جس سے میں عشق کرتا ہوں، اسے میں قتل کر دیتا ہوں (اپنی محبت میں فنا کر دیتا ہوں)، اور جسے میں قتل کر دیتا ہوں، اسے میں حیاتِ جاوید عطا کر دیتا ہوں۔“ اور اسی طرح قرآنِ پاک میں بھی ارشاد ہے: ”اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، انہیں ہرگز مُردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش ہیں اس (فضل) پر جو اللہ نے انہیں عطا کیا ہے۔“ (سورہ آلِ عمران: ۱۶۹)

متاب از عشق رخ، اے آدمی زاد
کزین سودا بیابی سودِ معتاد

اے آدم زاد! عشق سے رخ نہ موڑ، کیونکہ اس سودا (عشق) سے تو وہ منافع پا لے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ز ہر مطلوبِ ہان پیوند بگسل
بعشقِ پاک دہ دل را توصل

ہر اس مطلوب سے تعلق توڑ ڈال (جو غیر خدا ہے)، اور اپنے دل کو عشقِ پاک کے حوالے کر دے۔

چو عشقِ پاک یابد در دلت جائی
برون آید ز آب و گل ترا پائی

جب عشقِ پاک تیرے دل میں جگہ پا لیتا ہے، تو وہ تجھے (اس دنیا کے) آب و گل (خاکی قید) سے باہر نکال لاتا ہے۔

چو یابی رستگاری از تنِ خویش
بیابی ہمچو گلشن گلخنِ خویش

جب تو اپنے تن (بدن) سے رہائی پا لیتا ہے، تو اپنے اندر کے بھٹی نما وجود کو ایک گلشن (باغ) جیسا پا لیتا ہے۔

شوی فارغ ز قیدِ این و آنی
برون آئی ز پنداری زمانی

تو اِس اور اُس (دنیاوی) قید سے آزاد ہو جاتا ہے، اور وقتی وہم و گمان (کے جال) سے باہر نکل آتا ہے۔

چو گردد ہستیت در ہستیش گم
باخلاقِ خدا باشی مکرم

جب تیری ہستی اُس کی ہستی میں گم ہو جاتی ہے، تو تو خدا کے اخلاق سے مکرّم (عزت والا) ہو جاتا ہے۔

چو اخلاقِ تو اخلاقِ خدا شد
وجودت در شہودِ حق فنا شد

جب تیرے اخلاق، اخلاقِ الٰہی بن گئے، تو تیرا وجود حق (خدا) کے مشاہدے میں فنا ہو گیا۔

کند ہر جنس سوئِ جنسِ خود میل
برد تا بحرِ وحدت با خودت سیل

ہر جنس اپنی ہم جنس کی طرف مائل ہوتی ہے، (چنانچہ حق تیری روح کو) اپنی طرف کھینچ لے گا اور وحدت کے سمندر میں غرق کر دے گا۔

شود عاشق تو معشوقی حقیقی
ببابد پشم بخشی دِبیقی

(اس کیفیت میں) تو عاشق بن جاتا ہے اور وہ حقیقی معشوق، (شرط یہ ہے کہ) تو اپنی کم مائیگی (پشم) کو چھوڑ کر اس کی عطاؤں (دبیقی/دیرینہ) کو قبول کر لے۔

بپوشاند رِباشِ دلنوازی
بیاموزاندت، رسمِ گدائی

وہ (خدا) تجھے اپنی دلنواز تجلی کا لباس پہنا دے گا، اور تجھے اپنی بارگاہ میں گدائی (فنائے نفس) کا سلیقہ سکھائے گا۔

شمشیرِ فنایت افگند سر
دہد خلعتِ شہادتِ خاص در بر

فنا کی تلوار تیرے (انا کے) سر کو تن سے جدا کر دے گی، اور وہ تجھے اپنی بارگاہ کی خاص شہادت (مقامِ قرب) کا خلعت عطا کرے گا۔

چو سر تا پا شوی رنگین ازاں خون
بیارد خون بہایت لطفِ بیچون

جب تو سر سے پا تک اس خون (عشق) سے رنگین ہو جاتا ہے، تو وہ (خدا) تیرے خون کی قیمت میں اپنا بے مثال لطف نچھاور کرتا ہے۔

بہ بخشد ہستیِ بے نیست بازت
بدین تشریف سازد سرفرازت

وہ تجھے ایسی ہستی بخشتا ہے جو فنا نہ ہو سکے، اور اس تشریف (عطیہ) سے تجھے سرفراز کر دیتا ہے۔

نشینی بر سریرِ جاودانی
بسر افسرِ کلاہی کامرانی

(پھر) تو ابدی تخت پر بیٹھ جاتا ہے، اور تیرا سر کامرانی کے تاج سے سجا ہوتا ہے۔

خوش آنانی کہ مقتولانِ اویند

نہ مقتولان کہ مقتولانِ اویند

کتنے خوش نصیب ہیں وہ جو اس کے مقتول (عشق میں فنا ہونے والے) ہیں، یہ وہ مقتول نہیں (جو مر گئے) بلکہ یہ تو اُسی کے (عشق کے) مارے ہوئے ہیں۔

براہِ عشقِ ہو سر چوں قلمہا
نمودند و نوشتند ایں رقمہا

انہوں نے عشقِ حق کی راہ میں اپنے سروں کو قلم (قلم کی طرح) کر دیا، اور یہ (عشق کی) تحریریں رقم کر دیں۔

کہ قتلِ او حیاتِ جاودان است
زلالِ زندگی زآن شمشیر آن است

(اور ثابت کیا) کہ اس (عشق) کا قتل ہی تو ابدی حیات ہے، اور زندگی کا آبِ حیات اُسی (فنا کی) شمشیر سے ملتا ہے۔

سیوف العشق اسقینا ز لالا
اتانا السکر شربتھا کمالا

عشق کی تلواروں نے ہمیں معرفت کے خونیں جام سے سیراب کیا، جس سے حاصل ہونے والے وجدانی نشے نے ہمیں کمال کی منزل تک پہنچا دیا۔

چنان شادند با وصلِ الہی
کہ پشت پا زدہ بر اوجِ شاہی

یہ اہل اللہ وصالِ حق میں اس قدر سرشار ہیں کہ انہوں نے دنیاوی بادشاہی اور جاہ و حشم کے تمام تر اوج کو ٹھکرا دیا ہے۔

برزقِ بیخودی خندان خوشحال
ز رزق و آب و دانہ فارغ البال

وہ فنا فی اللہ کی بیخودی میں مگن رہتے ہیں، اور مادی رزق، کھانے پینے اور دنیاوی آلائشوں سے پوری طرح بے نیاز ہو چکے ہیں۔

ز خود بگسستہ و پیوستہ با وی
بہر حال و زمان بنشستہ با وی

انہوں نے اپنی انا کے رشتوں کو توڑ کر حق کا دامن تھام لیا ہے، اور ہر لمحہ صرف اس کی حضوری میں بساطِ بندگی بچھائے بیٹھے ہیں۔

نماند از مادر ایشان ہیچ آثار
بمردند از تن و دل زندہ با یار

ان کے بشری تقاضوں کا کوئی نشان باقی نہیں رہا؛ وہ جسمانی اور نفسیاتی خواہشات سے مر کر اپنے محبوبِ حقیقی کے ساتھ حیاتِ ابدی پا چکے ہیں۔

نہ ایشان را درین عالم فتَد روی
نہ عالم را رخِ مرجع بدان سوی

نہ ان کا دھیان اس فانی دنیا کی طرف مڑتا ہے، اور نہ ہی یہ عالم اپنی کشش سے ان کے مقامِ قرب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

مگر آنرا کہ ایزد برگزیند
ز خود خیزد در آن مجلس نشیند

البتہ جسے اللہ خود اپنے لیے منتخب فرما لے، وہی اپنی خودی سے اٹھ کر اس کی خاص بزمِ قرب میں جگہ پاتا ہے۔

حکایت

مہتر زکریا علیہ السلام و امتحانِ عشق باوِ حتی یسفک دمہ

حضرت زکریا علیہ السلام کا وہ امتحانِ عشق، جس میں آپ کو یہاں تک آزمایا گیا کہ آپ کا خون بہا دیا گیا۔

چو زکریا بہ وقتِ امتحانی
بہ بی‌صبری نمود اخفیٰ بیانی

جس طرح امتحان کی گھڑی میں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی بے تابی کو ضبطِ نفس کے ذریعے پوشیدہ رکھا اور رازِ بندگی کو زبان پر لانے کے بجائے خفی (خفیہ) انداز میں ادا کیا۔

علیم السر معشوقی دوئی سوز
چراغِ دیدہ اہلِ وحدت افروز

وہ (خدا) جو چھپے ہوئے بھیدوں کا جاننے والا اور دوئی (تفرّق) کو جلانے والا معشوق ہے، وہی اہلِ وحدت کی بصیرت کے چراغ کو روشن کرتا ہے۔

باندازش طلسمِ راز بکشاد
در دشتِ بروبیش باز بکشاد

اس کے اشارے سے (وجود کے) طلسم کا راز کھلتا ہے، اور وہ حیرت و استغراق کے وسیع میدانوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

کہ گر زین ارہ دردِ سر بدانی
یقین گردد کہ نی از عاشقانی

اگر تم اس راہِ عشق کی تکالیف کو 'سر کا درد' (بوجھ) سمجھتے ہو، تو یقین کر لو کہ تم ابھی سچے عاشقوں میں سے نہیں ہو۔

گہ رسمِ عاشقان تسلیم باشد
برون از مہرِ امید و بیم باشد

عاشقوں کا طریقہ تو سراسر تسلیم و رضا ہے، جو امید اور خوف (کے دنیاوی جذبات) سے بالاتر ہوتا ہے۔

چو کلمات از حکیم آمد بگوشش
چو موسیٰ زان تجلی رفتہ ہوشُش

جب مرشدِ کامل (حکیم) کے کلمات اس کے کانوں میں پڑے، تو حضرت موسیٰؑ کی طرح تجلیِ الٰہی سے اس کے ہوش جاتے رہے۔

پس از بیہوش آمد باز در ہوش
زبان را کرد چون سرخوش سخن کوش

پھر جب وہ بیخودی کی کیفیت سے ہوش میں آیا، تو اس نے مستی کے عالم میں حق کا بیان کرنا شروع کیا۔

کہ ای بیدادی تو داد عشاق
بخشنودی تو دل شادِ عشاق

کہ اے بیداد کرنے والے! تیری بیداد ہی عاشقوں کا انصاف ہے،
اور تیری خوشنودی ہی عاشقوں کے دلوں کی خوشی ہے۔

بران بر فرقِ من تا روزِ محشر
ہزاران ارہ اے از جان خوشتر

اے محبوب! قیامت تک میرے سر پر ہزاروں آریاں (آرے) چلا دو، کیونکہ تو میری جان سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز ہے۔

چومی یابد دلم زو استراحت
منہ تیغ از کف اے خونم مباحت

جب میرے دل کو اس (تکلیف) میں سکون ملتا ہے، تو (اے محبوب) اپنے ہاتھ سے تلوار نہ رکھ، میرا خون تیرے لیے حلال ہے۔

چرا عاشق نسازد جان نثاری
کہ جانانش نماید ہم کناری

عاشق اپنی جان قربان کرنے میں تامل کیوں کرے، جبکہ خود محبوب اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر وصال کا شرف بخش رہا ہو؟

ہزاران جان فدائی این تنعم
کہ برسر دل نہد تاجِ تکرم

اس نعمت (وصال) پر ہزاروں جانیں بھی قربان ہوں، جو دل کے سر پر عزت و تکریم کا تاج رکھ دے۔

بخونِ خود بباید شستن دست
کہ باشد خونبہایش وصلِ پیوست

اپنے ہی خون سے ہاتھ دھونا (یعنی خودی کا خاتمہ کرنا) لازم ہے، کیونکہ اس (قربانی) کا خون بہا صرف اور صرف محبوب کا دائمی وصال ہے۔

غزل

سرفدائی بکن اے عاشقِ دیوانہ ما
چند مہجور نشینی از طربخانہ ما

اے ہمارے دیوانے عاشق! اپنی خودی کو قربان کر دے؛ تو کب تک ہماری خوشیوں اور روحانی کیف و سرور کے گھر سے دور اور ہجر میں بیٹھا رہے گا؟

من ترا می‌نگرم در ہمہ جا در ہمہ حال
تو چرا دور فتادی ز شبستانِ ما

میں تجھے ہر جگہ اور ہر حال میں دیکھ رہا ہوں؛ تو پھر میرے خاص قرب کے گھر (شبستانِ خاص) سے اتنا دور کیوں جا پڑا ہے؟

فَاذْکُرُوْنِی بتو الہام نمودم ہشدار
منشین فارغ یک لحظہ ز یارانہ ما

میں نے تجھے 'فَاذْکُرُوْنِی' (مجھے یاد کرو) کا الہام کیا ہے، خبردار! ایک لمحے کے لیے بھی ہمارے دیدار کی طلب سے غافل اور فارغ نہ بیٹھ۔

برسرِ طورِ تعشق گذر آور یکبار
شمعِ تلوین بہ بین ہین شو پروانہ ما

ایک بار عشق کے کوہِ طور پر گزر کر، تجلیات کے بدلتے ہوئے رنگوں (تلوین) کی شمع کو دیکھ اور پھر ہمارا پروانہ بن کر فنا ہو جا۔

آشنایانِ ازل بیتو بسا منتظر اند
بگسل اے صادق پیوند ز بیگانہ ما

ازل کے آشنا (روحیں) تیرے بغیر تیرے منتظر ہیں؛ اے سچے (سالک)، غیروں اور بیگانہ لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو توڑ ڈال۔

آدم و احمد و عیسیٰ ہمہ مشتاقِ من اند
یوسفِ مصر طلب کرد نواخانہ ما

آدمؑ، احمد مجتبیٰؐ اور عیسیٰؑ، سب میرے (عشقِ حقیقی کے) مشتاق ہیں؛ اور مصر کے یوسفؑ (خوبصورتِ ازلی) نے بھی ہمارے نغمہ و سرور کے گھر کو طلب کیا ہے۔

بیدل از دلشدگانِ شوریدہ سر است
گو فراموش مکن عہدِ قدیمانہ ما

اے (محبوب)! بیدل ان لوگوں میں سے ہے جو تیرے عشق میں دیوانے اور سر پھرے ہو چکے ہیں؛ اس لیے ہمارے ازلی (قدیم) عہد و پیمان کو کبھی فراموش نہ کرنا!

مقالہ: 3

مقالته الثالث فی تفسیر قول المشایخ قدس اللّٰہ سره العزیز اذ قالوا فوت الانفاس قتل الانبیاء بغیر حق و کذا قوله تعالی : مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَن أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ (سوره ۵ المائدة، آیت ۳۲) فا فهم العاقل یکفیه الاشارة

تیسرا مقالہ، مشائخ (قدس اللّٰہ سرہم العزیز) کے اس قول کی تفسیر میں کہ "سانسوں کا ضائع ہونا، انبیاء کے قتل کے مترادف ہے"، اور اسی طرح اللّٰہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ: ”جس نے کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد پھیلانے والا، قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا، اور جس نے کسی کو زندگی بخشی (بچایا)، تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندگی بخشی۔“ (سورہ المائدہ: ۳۲)۔ پس اے عاقل! سمجھ لے کہ تیرے لیے (یہ) اشارہ ہی کافی ہے۔

الا یا من یریداللّٰہ لله
فقُل بالله ما منعک من الله

اے وہ شخص جو اللّٰہ کا ارادہ رکھتا ہے، اللّٰہ کے لیے (ہو جا)۔ پس اللّٰہ کے واسطے کہہ کہ تجھے اللّٰہ (کے وصال) سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟ (یعنی جب مقصد اللّٰہ ہے تو حجاباتِ نفسانی کیوں حائل ہیں؟)

چرا زان قرب چندان دور ماندی

که از انوار خود مهجور ماندی

تو اس انتہائی قرب (حقیقی) سے اتنا دور کیوں رہ گیا کہ تو اپنے ہی باطنی انوار سے محروم ہو گیا؟

چو الانسان سری را شنیدی
درون خویش اسراری ندیدی

جب تو نے "الانسانُ سِرّی" (انسان میرا راز ہے) والی حدیث سنی، تو پھر اپنے اندر اُن اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ کیوں نہ کیا؟

تو نوری اقدسی در پردہ گل
بہار نور بین در غنچہ دل

تو مٹی کے اس بدن (پردہِ گل) میں ایک نورِ اقدس ہے۔ پس اپنے دل کی غنچہ نما حقیقت میں نور کی بہار کا مشاہدہ کر۔

بکوش ای غافل از خود با خبر باش
ممان در پردہ کثرت پردہ درباش

اے غافل! کوشش کر اور اپنی ذات سے باخبر ہو جا۔ کثرت (دنیاوی چیزوں) کے پردوں میں نہ رہ، بلکہ ان حجابات کو چاک کر دینے والا بن۔

مکن انفاس خود را صرف اغیار
بپاسش کوش تا باشی خبردار

اپنی سانسوں (اپنی زندگی کے لمحات) کو غیروں (اللہ کے سوا دیگر مشاغل) پر صرف نہ کر۔ اس کی حفاظت کی کوشش کر تاکہ تو (حقیقت سے) باخبر ہو سکے۔

چو فوت دم بود اصل کبایر
بقتل انبیا خواندی برابر

چونکہ وقت کا ضیاع (سانسوں کا غفلت میں گزرنا) تمام گناہوں کی جڑ ہے، اس لیے (صوفیاء کے نزدیک) یہ انبیاء کے قتل کے برابر گناہ ہے۔

تو آخر خویش را دانی مسلمان
مکش پیغمبر انرا شو ہراسان

آخر تم خود کو مسلمان سمجھتے ہو! تو پھر (اللہ کے) پیغمبر کی آل کو قتل نہ کرو اور (اس عظیم گناہ سے) ڈرو۔ (یعنی اسلام کا دعویٰ کرنا اور اہل بیتِ رسولؐ پر ظلم کرنا متضاد باتیں ہیں)۔

چو از شیطان نشد نسلت مسلم
چرا میریزی آبِ روئی آدم

جب تمہاری نسل شیطان سے نہیں (بلکہ انسانوں سے) ہے، تو پھر تم کیوں انسانوں کا خون بہا کر انسانیت کی آبرو خاک میں ملا رہے ہو؟

مگر بوجهلی ای بدین بیداد
کہ در قتلِ محمد می شوی شاد

کیا تم اس ظلم و ستم میں ابوجہل (جیسے کافر) ہو کہ جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل کے قتل پر خوشی منا رہے ہو؟

توئی قاتلِ حسینِ پاک ہر دم
نداری شرم زین تقصیرِ اعظم

تم تو ہر لمحہ حسینؑ پاک کے قاتل ہو (کیونکہ تم ان کی تعلیمات کے مخالف ہو)، کیا تمہیں اس سب سے بڑے جرم (تقصیرِ اعظم) پر کوئی شرم نہیں آتی؟

چرا الفت کنی بر سرِ یزیدی
کزو خُبثِ تو گشتہ برمُزیدی

تم یزیدی سوچ رکھنے والوں سے کیوں دوستی اور محبت کرتے ہو؟ اس (یزیدی) تعلق کی وجہ سے تمہاری خباثت اور برائی میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔

گر آن جبار خونہا ریخت یکبار
تو ہر دم می کنی صد بار آن کار

اگر اس جابر (ظالم) نے ایک بار خون بہایا تھا، تو تم ہر لمحہ (اپنے نفس اور انسانیت کے خلاف) وہی کام سو بار کر رہے ہو۔

برون آ زین چنین تاریک خانہ
بجو از جلوۂ ایمان نشانہ

اس تاریک گھر (یعنی تاریکیِ جہل و غفلت) سے باہر نکل آؤ اور ایمان کے جلوے سے (حق کی) کوئی نشانی تلاش کرو۔

مرو راہی ہوس‌بازانِ بیدین
ممان محروم از قربِ صفا بین

ہوس پرست اور بے دین لوگوں کے راستے پر مت چل، اور (حق کے) قرب سے محروم نہ رہ، بلکہ حقیقت کو (بصیرت کی آنکھ سے) دیکھ۔

رخِ آئینۂ خود گردان مَصقَل
مَنشین از اکتسابِ جان معطل

اپنے دل کے آئینے کو (عبادت اور ریاضت کے ذریعے) صاف و شفاف بنا، اور اپنی جان کو (خدا کی) معرفت حاصل کرنے سے غافل (معطل) مت بٹھا۔

فروزان کن چراغ کشتہ خویش
بدل گوہر فروکش رستہ خویش

اپنی بجھی ہوئی (باطنی) روشنی کو دوبارہ روشن کر اور اپنے دل میں وہ گوہرِ معرفت اتار لے جو تیری نجات کا راستہ ہے۔

بدہ دم را حیات از حرفِ اثبات
مکن نفسی این ثبات اثبات کن ذات

اپنے ہر سانس کو کلمۂ حق (اثبات) سے حیات بخش؛ نفس کی پیروی مت کر بلکہ اس ثباتِ حق کو اپنی ذات میں ثابت کر لے۔

معاصی یکدمی کز تو شود فوت
بخونریزی جهان گفتند هم صوت

اگر ایک لمحہ بھی گناہوں میں ضائع ہو جائے، تو (صوفیاء کے نزدیک) یہ ایسا ہی ہے جیسے تو نے پوری دنیا کا خون بہا دیا ہو۔

اگر یکدم بذکر از تو برآید
در احیا الناس کُلاً را کشاید

اگر تیری زندگی کا ایک لمحہ بھی ذکرِ الٰہی میں گزر جائے، تو یہ تمام انسانوں کو زندہ کرنے (ان کی روحانی تربیت) کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

بکوش اندر حیاتِ انفاسِ ہر دم
بشو از روئی جان کَردِ تو هم

ہر سانس کی زندگی میں کوشش کر اور اپنی جان کے چہرے سے گناہوں کے داغ کو دھو ڈال۔

در دیدار بکشا بر رخ جان
مشو شب پر صفت از مہر پنہان

اپنی جان کے چہرے پر (خدا کرے) دیدار کا دروازہ کھول دے اور شب پر (چمگادڑ) کی طرح سورج (حقیقتِ الٰہی) سے منہ چھپا کر نہ بیٹھ.

گرت دم زندہ با ذکرِ الٰہی است
چہ غم گر جسم را رو در بتاہی است

اگر تیرا سانس ذکرِ الٰہی کی بدولت زندہ ہے، تو پھر اس بات کا کیا غم کہ جسم زوال اور فنا کی طرف جا رہا ہے۔

کہ باشد منطقِ اہلِ توسل
سیہ روی بہ از تاریکیِ دل

اہلِ طریقت کا نظریہ یہ ہے کہ چہرے کا سیاہ ہونا، دل کی تاریکی (گناہوں اور غفلت) سے بدرجہا بہتر ہے۔

چرا صاحب‌دلان دم زندہ دارند
کہ دم بے ذکر را مردہ شمارند

صاحبِ دل لوگ اپنے سانس کو زندہ کیوں رکھتے ہیں؟ کیونکہ وہ ذکر کے بغیر گزرنے والے سانس کو مردہ شمار کرتے ہیں۔

حکایت

شیخ منصور علیہ الرحمہ و اصفا نمودنِ مریدانِ او فوتِہِ من لسانِ الکلمۃ و لا راوہ واعظاً فی المسجد انتبہوا بالکذبِ علیہ و عرضوا علیہ ما سمعوا فعبرہ بفوتِہِ

شیخ منصور علیہ الرحمہ اور ان کے مریدوں کا ان کے کلام کو (ان کی زبان سے) کھو دینے پر رنجیدہ ہونا، درآنحالیکہ انہوں نے (شیخ کو) مسجد میں واعظ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ پھر مریدوں نے شیخ پر جھوٹ (باندھنے) کے بارے میں متنبہ کیا، اور جو کچھ سنا تھا شیخ کے سامنے پیش کیا، تو شیخ نے ان کے اس فوت (یعنی اس بات کے کھو جانے یا اس کے غلط فہم ہونے) پر تعبیر (یا تادیب) فرمائی۔

گروہ آمد پئی دیدار منصور
ز جامِ رَشدَتش سرمستِ مخمور

ایک گروہ منصور کے دیدار کے لیے آیا، جو اس کی ہدایت (رشد) کے جام سے مست و مخمور تھے۔

خبر پرسان ز جولانگاہِ آن شاہ
براہ از رفتنِ پاہا نہ آگاہ

وہ اس بادشاہ (منصور) کے جولان گاہ (مقامِ شہود) کے بارے میں خبر پوچھ رہے تھے، جبکہ وہ اپنے پاؤں کے چلنے کی راہ سے بھی آگاہ نہ تھے۔

گذر کردند بر دایۂ شہر
کہ بودش از معارف پیشتر بہر

ان کا گزر ایک شہر کی دایہ (مربیہ) کے پاس سے ہوا، جس کے پاس معرفت کا حصہ دوسروں سے زیادہ تھا۔

در آن کاشانہ نفسی آرمیدند
بدفعِ اشتہا حیلہ گزیدند

اس گھر میں انہوں نے کچھ دم آرام کیا اور اپنی بھوک مٹانے کے لیے کوئی حیلہ اختیار کیا۔

بدایہ دادہ آرد منتظر نان
نشستند آن طلبگارانِ یزدان

دایہ کو آٹا دے کر (روٹی پکانے کا) انتظار کرتے ہوئے، وہ طلبگارانِ یزدان (خدا کے متلاشی) بیٹھ گئے۔

در اثنائے چنین حالِ آن نکوکار
از ایشان کردہ پرسش ہای بسیار

اس اثنا میں اس نیکوکار (دایہ) نے ان سے بہت سے سوالات کیے۔

کہ از کشور کدامین در رسیدند
بپائے آرزو تا کے دویدند

کہ تم کس ملک سے آئے ہو اور کب سے اپنی آرزو کی راہ میں دوڑ رہے ہو؟

بگفتند اے فلانہ طالبانیم
بشوقِ شاہِ منصوری دوانیم

انہوں نے کہا: اے بی بی! ہم طالبان ہیں اور شاہِ منصوری کے شوق میں دوڑ رہے ہیں۔

بگفتا خواجہ منصورِ دیروز
وفات یافت اے صد وائے صد سوز

اس نے کہا: خواجہ منصور تو کل وفات پا گئے، ہائے افسوس اور سو سو بار آہ و فغاں!

مریدان چون شنیدند این خبر را
ز دیدہ ریخت خونِ ناب جگر را

مریدوں نے جب یہ خبر سنی، تو ان کی آنکھوں سے جگر کا خالص خون بہنے لگا۔

برہنہ سر رہِ شیخی گرفتند
بنوکِ پلک در اشک سفتند

وہ ننگے سر اپنے شیخ کی راہ پر چل پڑے اور پلکوں کی نوک سے اشک پروتے (روتے) رہے۔

دوان تا مسجدِ جامع رسیدند
شہِ حلاج بر منبر بدیدند

وہ بھاگتے ہوئے مسجدِ جامع پہنچے اور وہاں منبر پر شاہِ حلاج (منصور) کو دیکھا۔

ز چشم آبِ سرشک دور کرده
بدیدارِش دل مسرور کرده

انہوں نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کیے اور ان کے دیدار سے اپنے دل کو خوش کیا۔

بہم‌دیگر شدند از دایہ شاکی
کہ بیداروش بر خاکِ ہلاکی

وہ آپس میں دایہ کی شکایت کرنے لگے، کہ اس نے ہمیں ہلاکت کی خاک پر بٹھا رکھا ہے۔

چو منصور از دویِ صوتِ آنہا
شمیدہ بویِ آن رازی نہانہا

جب منصور نے ان کی آوازوں کا دوئی (شور) سنا، تو ان کے چھپے ہوئے راز کی بو پا لی۔

تفحص کرد کائے پنہان کلامان
بگوئیدم چہ میگوئید بامان

اس نے تحقیق کی (اور پوچھا) کہ اے چھپ کر کلام کرنے والو! بتاؤ کہ تم ہمارے بارے میں کیا کہہ رہے ہو؟

عیان کردند با صد حَسْبکَ اللہ
کلامِ دایہ پیشِ آن شہنشاہ

انہوں نے صد حَسْبکَ اللہ کے ساتھ اس شہنشاہ کے سامنے دایہ کی بات عیاں (ظاہر) کر دی۔

چو مرشد زین معما گشته آگاه
خبر بخشید شان را زان سرِ راه

جب مرشد اس معمے سے آگاہ ہو گیا، تو اس نے انہیں اس پوشیدہ راز (سرِ راہ) کی خبر دی.

که دیروزم دمی بی‌ذکر رفته
ازآن آن زنده جانم مرده گفته

کہ میرا کل ایک لمحہ بھی ذکرِ الٰہی کے بغیر گزرا تھا، اسی لیے میں نے اس زندہ جان کو مردہ کہا تھا.

بگوئید اینکه زن هرزه سرائیست
که آن زن مردِ مردانِ خدائیست

تم جو یہ کہتے ہو کہ وہ عورت ہرزہ گو (لغو باتیں کرنے والی) ہے، درحقیقت وہ عورت (باطنی اعتبار سے) خدائی مردوں کا سردار ہے.

بیاموزید زو مردانگی‌ها
برون آید زو بیگانگی‌ها

تم اس سے مردانگی (جوانمردی اور روحانی بلند ہمتی) سیکھو، تاکہ تمہارے اندر سے بیگانگیاں (حق سے دوری) نکل جائیں.

رهِ دوری و مهجوری مپوئید

ز هر دم قربِ معنی باز جوئید

دوری اور جدائی کی راہ مت چلو، بلکہ ہر سانس میں (خدا کے) قرب کی حقیقت کو تلاش کرو.

غزل

ایکہ میدانی سرِ دل بیدار مخسب
شمع افروز بکاشانہ چنین تار مخسب

اے وہ شخص جو دل کے بیدار ہونے کا راز جانتا ہے، (غفلت میں) مت سو۔ اپنے (دل کے) تاریک گھر میں معرفت کی شمع روشن کر اور اس طرح تاریکی میں نہ سو۔

لیلۃ القدرِ شبِ غم بآخِر برسید
صبحگاہی است دم فوتِ نگہدار مخسب

غم کی رات (جو کہ تیری زندگی کی) لیلۃ القدر ہے، اب ختم ہونے کو ہے۔ یہ (فنا کا) وقت صبحِ صادق جیسا ہے، (اپنے قیمتی) سانس کے ضیاع کا خیال رکھ اور غفلت میں مت سو۔

چو حریفانِ تو پیش از تو بمنزل رفتند
خیز زو آر بره زِ پرخار مخسب

جب تیرے ساتھی تجھ سے پہلے ہی منزلِ مقصود کو پہنچ چکے ہیں، تو اٹھ اور خاردار راستے سے گزر کر (ان تک) پہنچ، (اس سفر میں) سستی سے مت سو۔

یار مست است و بکف جامِ بپشتِ استاد
نوش کن ساغرِ سرِ پرخمار مخسب

تیرا یار (محبوبِ حقیقی) مست ہے اور اس کے ہاتھ میں (فیض کا) جام ہے جو وہ تجھے دینے کے لیے کھڑا ہے؛ اس کے ساغر سے نوش کر اور خمارِ غفلت میں سر رکھ کر مت سو۔

پردہ افگند برُخ شاہدِ وصلِ تو کنون
دیدہ بکشا وز سرِ جلوۂ دیدار مخسب

اب تیرے محبوبِ وصال نے تیرے چہرے سے (حجابات کا) پردہ ہٹا دیا ہے؛ اپنی (بصیرت کی) آنکھ کھول اور اس کے جلوۂ دیدار کے سرور میں (بھی) غافل ہو کر مت سو۔

جانِ تو بلبلِ گلدستۂِ حُسنِ ازل است
ہان زِ سیرِ چمن و نزہتِ گلزار مخسب

تیری جان (روح) ازل کے حُسن کے گلدستے کا بلبل ہے؛ خبردار! اس چمن کی سیر اور گلزار کی تازگی کو چھوڑ کر مت سو۔

حلقۂِ محنتِ زن تا بگشایند دَرت
دست جنبان سر بر کہگلِ دیوار مخسب

محنت و ریاضت کا حلقہ (یعنی ذکر و فکر) جاری رکھ تاکہ تیرا (باطنی) دروازہ کھل جائے؛ ہاتھ ہلا (عمل کر) اور دیوار کی مٹی پر سر رکھ کر (بے کار) مت سو۔

آسیائی فلک این دانہ ترا سازد خاک

بیدل آسودہ درین گنبدِ دوار مخسب

فلک (آسمان) کی چکی اس (عمر کے) دانے کو تجھے خاک بنا رہی ہے؛ اے بیدل! اس گھومتے ہوئے گنبد (آسمان کے نیچے) آرام سے (غفلت کی نیند) مت سو۔

مقالہ: 4

مقالته الرابع فی تشریحِ معنی الحدیثِ القدسیّتہ لایزال یتقرب الی العبد بالنافل فاذ ا احببتہ کنت سمعہ و بصرہ و لسانہ و یدہ و بی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی یبطش و ترجمۃ الانسان سری و انا سرہ

چوتھا مقالہ، اس حدیثِ قدسی کے معنی کی تشریح میں جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب مسلسل حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، تو میں اس کے کان، اس کی آنکھ، اس کی زبان اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، پھر وہ میری ہی سماعت سے سنتا ہے، میری ہی بصارت سے دیکھتا ہے، میری ہی زبان سے بولتا ہے اور میری ہی قوت سے پکڑتا ہے۔“ اور (اسی مقامِ قرب کی) ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا: ”انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔“

بیا ای کاردان سرِ ملکوت
بپائی دیدۂ دل کن سیرِ جبروت

اے ملکوتی اسرار کو سمجھنے والے! آ اور اپنے دل کی آنکھوں سے عالمِ جبروت کی سیر کر۔

در آور عرصۂ لاہوت یکبار
بہ بین سرمستیِ صہبای اسرار

ایک بار عالمِ لاہوت کے میدان میں داخل ہو جا اور وہاں (حقائق کے) اسرار کی شراب سے ہونے والی سرمستی کا مشاہدہ کر۔

ز بزمِ قربِ ہو در نوش جامی
معطر کن ببوئے جان مشامی

'ہو' (اللہ) کی بزمِ قرب سے ایک جام نوش کر اور اپنی جان کے مشامِ جاں (سونگھنے کی قوت) کو اس کی خوشبو سے معطر کر۔

مراقبہ چیست از خود در گذشتن
ز خود دور و بحق نزدیک گشتن

مراقبہ کیا ہے؟ اپنے آپ (انا) سے گزر جانا، خود سے دور ہو جانا اور حق کے نزدیک ہو جانا۔

مراقبہ نی کہ سر بر زانو آری
دلِ خود در امورات گذاری

مراقبہ یہ نہیں ہے کہ تم صرف سر زانو پر رکھ کر بیٹھ جاؤ اور اپنے دل کو (دنیاوی) امور میں الجھائے رکھو۔

مراقبہ نی کہ چشم سر بہ بندی
مگر از غیر بر دل در بہ بندی

مراقبہ یہ نہیں ہے کہ تم محض اپنی ظاہری آنکھیں بند کر لو، بلکہ (اصل مراقبہ یہ ہے کہ) اپنے دل کے دروازے کو غیرِ خدا (کی محبت و خیال) پر بند کر دو۔

چو تقریبِ نوافل حاصل شد
ازاں تحصیلِ حلِ ہر مشکل شد

جب نوافل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے، تو اس سے ہر مشکل کا حل نکل آتا ہے۔

بجنبانند سلسلہ مودت
کنند اظہارِ آثارِ محبت

(پھر وہ اہلِ حق) محبت کا سلسلہ چلاتے ہیں اور محبت کے آثار کا اظہار کرتے ہیں۔

احب اللہ عبداً اذ تقرب
ولو اعرض بلذات تجنب

جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے، اور (وہ بندہ) لذتوں سے منہ موڑ لیتا ہے اور (گناہوں سے) پرہیز کرتا ہے۔

چو سلکِ دوستی پیوستہ گردد
دغا را رشتہ بگسستہ گردد

جب دوستی کا دھاگہ (اللہ کے ساتھ) جڑ جاتا ہے، تو پھر دھوکے اور فریب کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ازاں ماندش بوئے نہ رنگی
نہ بر شیشہ ایجادِ سنگی

اس سے (یعنی ماسوا سے) اس کے پاس نہ کوئی بو بچتی ہے، نہ رنگ، اور نہ ہی وجود کے شیشے پر کوئی سنگینی (یعنی کثافت) باقی رہتی ہے۔

برون آید ز بودِ خود چو یکبار
حقش گردد بقدرت سمع و ابصار

جب وہ ایک بار اپنی ذات (انا) کے وجود سے باہر نکل آتا ہے، تو اللہ اس کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہے (یعنی اس کی سماعت اور بصارت اللہ کی قدرت سے ہوتی ہے)۔

یداللہ فوقِ ایدیہِم کشد روی
لسانِ قدس بخشندش نہ بد کوی

'یداللہ فوقِ ایدیہِم' کا ظہور ہوتا ہے اور اسے وہ تقدس والی زبان عطا کی جاتی ہے جو بری باتوں کی طرف نہیں جاتی۔

کہ گر شنود تواند حق شنیدن
وگر بیند تواند نورِ دیدن

کہ اگر وہ سنتا ہے تو حق سننے کے قابل ہوتا ہے، اور اگر وہ دیکھتا ہے تو (خدا کا) نور دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔

تکاپویش ز حق دارد اثرہا
زبانش از خدا گوید خبرہا

اس کی تمام کوششیں حق سے اثر لیتی ہیں، اور اس کی زبان خدا کی طرف سے خبریں (حقائق) بیان کرتی ہے۔

کمالش ہمدمِ تحقیق گردد
دمش شایستۂ توفیق گردد

اس کا کمال، تحقیق (حق تک پہنچنے) کا ہمدم ہو جاتا ہے، اور اس کا ہر سانس توفیقِ الٰہی کے لائق ہو جاتا ہے۔

چو او عینِ خدا گردید بخویش
نہ پس یادش تواند ماند نی پیش

جب وہ اپنی ذات میں عینِ خدا (مظہرِ صفاتِ الٰہی) ہو جاتا ہے، تو پھر اس کے پیچھے اور آگے (یعنی ماضی اور مستقبل میں) سوائے خدا کی یاد کے کچھ باقی نہیں رہتا۔

پدید آید کہ آدم سرِ پاک است
خدا ہم سرِ آدمِ عشق‌ناک است

یہ ظاہر ہے کہ انسان ایک پاک سرشت (حقیقت) ہے، اور خدا بھی انسانِ عاشق کا راز ہے۔

محیط است آنکہ گم گردید در وی
بماند چون عدم گردید در وی

وہی (خدا) محیط ہے جو اس میں گم ہو گیا، اور جب وہ اس (مقامِ فنا) میں عدم ہو گیا تو وہی باقی رہا۔

حدیث از سیدِ الثقلین باشد
کہ مومن حیّ فی الدارین باشد

یہ حدیث سیدِ الثقلین (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کی ہے کہ مومن دونوں جہانوں میں زندہ رہتا ہے۔

وجودِ او وجودی ایزدی شد
ظہورِ او ظہورِ سرمدی شد

اس کا وجود ایزدی (خدائی) وجود بن گیا، اور اس کا ظہور ابدی ظہور بن گیا۔

بجرجیس آن جفا ہا رفتہ لیکن
برون بود از حوادث ہستیِ تن

اگرچہ جرجیس پر وہ جفا (مظالم) گزرے، لیکن اس کے وجود کی حقیقت حوادث (دنیاوی نقصانات) سے بالاتر تھی۔

چرا آتش نسوزد آدمی را
ولی نی خالقِ افلاک و زمین را

آگ انسان کو کیوں نہیں جلا سکتی؟ جبکہ وہ (آگ) افلاک و زمین کے خالق کو (جلانے کا حکم) نہیں رکھتی۔

وجودِ موسیٰ از نورِ خدا بود

کہ در نیلش چنان راہِ صفا بود

حضرت موسیٰؑ کا وجود نورِ خدا سے تھا، اسی لیے دریائے نیل میں ان کے لیے ایسا راستہ صاف (شفاف) ہو گیا تھا۔

مسیح از خاک رو بر آسمان کرد
کہ نیروی الوہیت عیان کرد

حضرت مسیحؑ نے خاک سے آسمان کی طرف منہ کیا، کیونکہ انہوں نے (اپنے اندر) الوہیت کی قوت کو عیاں کر دیا تھا۔

بگفتا قُم باذنی شمسِ تبریز
ز نطقش موجِ وحدت شد بقاریز

شمس تبریز نے حکم دیا "قم باذنی" (میرے حکم سے کھڑے ہو جا)، اور ان کی گفتگو سے وحدت کی لہریں جاری ہو گئیں۔

انا الحق نغمۂ منصور گردید
کہ سر تا پا تمامی نور گردید

"انا الحق" کا نغمہ منصور (حلاج) کا کلام بن گیا، کیونکہ وہ سر تا پا مکمل نور بن چکا تھا۔

نہ تقلید ایں سخن زو گشتہ ظاہر
کہ بود آن ماہیت را عینِ ماہر

یہ بات (انا الحق) اس (منصور) سے تقلید کے طور پر ظاہر نہیں ہوئی تھی، بلکہ وہ اس حقیقتِ اصلیہ (ذاتِ الٰہی) کا عین ماہر (واقف) تھا۔

تو ہم بگذر ز خود نورِ خدا باش
بمعنی مخزنِ سرِ صفا باش

تم بھی اپنی ذات (انا) سے گزر جاؤ اور نورِ خدا بن جاؤ، اور باطنی اعتبار سے (خدائی) رازوں اور پاکیزگی کا مخزن بن جاؤ۔

حکایت

عتاب کردنِ حق جلّشانہ مہتر موسیٰ علیہ السلام را بَعدَمِ عیادتِ بیماریِ خود و مضطر شدنِ کلیم اللہ از معاتبتِ محبوبِ حقیقی و بعرض رسانیدنِ عجزنا فہمیِ خود در بارگاہِ بیچون فاشار الی الولی العلیل ھو جارُہ ابداً

حق تعالیٰ (جل شانہ) کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی بیماری کی عیادت نہ کرنے پر عتاب فرمانا، اور اس محبوبِ حقیقی کی ناراضی سے کلیم اللّٰہ (حضرت موسیٰ) کا مضطرب ہو جانا، اور پھر اپنی نا فہمی و عجز کو بارگاہِ بے چون (خداوندِ متعال) میں پیش کرنا، جس کے اشارے میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ "بیمار کا ولی وہی ہے اور وہ ہمیشہ اس کا پڑوسی و نگہبان ہے۔"

کلیم اللہ کہ مشتاقِ ازل بود
بہمت قاطعِ طولِ امل بود

کلیم اللہ (حضرت موسیٰؑ) جو ازل سے ہی (خدا کے) مشتاق تھے، انہوں نے اپنی ہمت سے لمبی امیدوں (دنیاوی خواہشات) کو کاٹ ڈالا تھا۔

عتابش کرد کائے آشفتہ رویم
ہمہ تن گوش وقتِ گفتگویم

(خدا کی طرف سے) ان پر عتاب ہوا کہ اے میرے آشفتہ رو! جب میں کلام کروں تو پوری طرح گوشِ بر آواز (متوجہ) رہا کرو۔

منم رنجورِ تو خورسند باری
نہ پرسیدی مرا اے شوقِ کاری

(موسیٰؑ نے عرض کی) میں تیرا بیمار (فراق زدہ) ہوں اور تیری رضا پر خورسند ہوں، اے ذوق و شوق پیدا کرنے والے! تو نے (کبھی) میرا حال نہیں پوچھا۔

چکار آید مرا حبِ تو آخر
کہ نانی با عیادت وقتی از در

آخر تیری محبت میرے کس کام آئے گی، اگر (اس کا نتیجہ) وقتِ عیادت گھر میں ایک روٹی کا آنا بھی نہ ہو؟

کلیم از منطقِ تو بیخ آمیز

ز دیدہ شد سرشکِ معذرت ریز

کلیم اللہ (موسیٰؑ) تیرے اس (جلال و جمال والے) منطقی جواب سے (شرمسار ہو کر) ان کی آنکھوں سے معذرت کے آنسو بہنے لگے۔

کہ اے دانائے ہر رازِ نہانی
رساندہ نہان را تا عیانی

اے ہر چھپے ہوئے راز کے جاننے والے! جو پوشیدہ حقائق کو ظاہر تک پہنچانے والا ہے۔

تو از بیماری و اعلالِ پاکی
نہ چوں ما بستہِ قیدِ آب و خاکی

تو ہر قسم کی بیماری اور نقائص سے پاک ہے؛ ہماری طرح تو آب و مٹی (جسمانی) قید میں نہیں ہے۔

دریں فکرت دلِ ما سخت کاہید
کزیں طوری کلام ایں گوش نشنید

اس فکر و خیال میں ہمارا دل بہت کمزور ہو گیا ہے، کیونکہ کانوں نے اس قسم کا کلام (کبھی) نہیں سنا۔

فتاد از عقدہِ ایں نکتہِ مشکل
گرہ‌ہائے عجب بر رشتۂ دل

اس مشکل نکتے کی گرہ سے دل کے دھاگے پر عجیب سی گرہیں پڑ گئی ہیں۔

کرم کن بر دلم ایں راز بگشائی
بروئی من درِ خود باز بگشائی

مجھ پر کرم کر اور میرے دل سے اس راز کو کھول دے؛ اور میرے سامنے اپنا (رحمت کا) دروازہ دوبارہ کھول دے۔

مکن محروم زین معنیٰ خدایا
بکن حل مشکلِ ما را خدایا

اے خدا! ہمیں اس (حقیقی) معنی سے محروم نہ کر اور ہماری مشکل کو حل کر دے۔

بالہامش کلیمِ بی لسانے
بگفت ای تیرِ وحدت را نشانہ

اس نے کلیم کو بے زبانی کے عالم میں الہام کے ذریعے کہا: اے وحدت کے تیر کا نشانہ بننے والے!۔

یکی مقرونِ من ہمسایہ تست
کہ قدرش برتریں از پایہِ تست

ایک جو میرے قریب ہے، وہ تیرا ہی ہمسایہ ہے؛ جس کا مرتبہ تیرے مقام سے بہت بلند ہے۔

ورا عارضہ بدن افتاد در پیش

که دانم آن بلاشک عارضہ خویش

اسے (اس عارف کو) جو پیش آمدہ کیفیت (عارضہ) حاصل ہوئی، میں جانتا ہوں کہ وہ بلاشک و شبہ اس کی اپنی ہی (حقیقی) کیفیت ہے۔

چو خود را موبمو کردہ فدایم
بقایِ یافتہ از نورِ صفایم

جب میں نے خود کو بال بال اس (حق) پر قربان کر دیا، تو میں اس کی صفائی کے نور سے بقا پا گیا۔

ز خود بگریخت و با ما در آمیخت
رہید از دستِ تن جان را آویخت

وہ (روح) خود سے بھاگی اور ہم میں آ ملی، جسم کے ہاتھ سے چھٹکارا پا لیا اور جان کو (حق کے ساتھ) وابستہ کر لیا۔

بود رنجورش رنجوریِ ما
بود معذورش معذوریِ ما

اس کی بیماری دراصل ہماری بیماری ہی تھی، اور اس کی مجبوری (معذوری) ہماری ہی مجبوری تھی۔

بشو اے بے خبر از بودِ خود دست
اگر خواہی بودِ پاکِ پیوست

اے بے خبر! اپنے (محدود) وجود سے ہاتھ دھو ڈال (دست بردار ہو جا)، اگر تو اس پاک وجود (حق) سے جڑنا چاہتا ہے۔

سبو بگذار و در قلزم آور
پس آنکہ نعرہِ انا بحر برآر

(خودی کے) چھوٹے برتن کو چھوڑ دے اور (حق کے) سمندر میں غوطہ لگا، پھر اس کے بعد "انا" (میں حق ہوں) کا نعرہ بلند کر۔

غزل

اے جان فدائے ہمدمِ جان‌فزائیتو
دلرا صفا زِ عشوہِ مشکل‌کشائیتو

اے وہ ہمدم! کہ جس کی جان فزا موجودگی پر میری جان قربان ہو، تمہارے مشکل کشا عشوہ و ادا سے میرے دل کو (باطنی) صفا حاصل ہوتی ہے۔

مرغِ دل کہ جان بہوائے تو می تپد
بادا اسیرِ دامِ مچۂ مشک‌سائیتو

دل کا پرندہ جو تمہاری ہوا (طلب) میں تڑپتا ہے، وہ تمہاری مشک کی خوشبو والی زلفوں کے جال میں اسیر ہو جائے۔

تا نقشِ بستہ اند در اژنگِ کائنات
شد نامہِ مہرِ ثبتِ بکِلکِ وفائیتو

جب سے کائنات کے نقش و نگار (اژنگ) میں تصویریں بنائی گئی ہیں، تب سے تمہاری وفا کے قلم سے محبت کا نامہ ثبت ہو چکا ہے۔

دل گر ہزارِ ذرہ شود از جفائے دہر
ہر ذرہ باد رخِ بشموسِ ہوائیتو

اگر دنیا کی جفا سے میرا دل ہزاروں ذروں میں بھی بٹ جائے، تو ہر ذرہ تمہاری طلب کے سورج کے سامنے (تمہاری) جانب رخ کر لے۔

جان برلب آمد از غمِ ہجرانِ تو مرا
جان کو فدائے باد براہِ رضائیتو

تمہارے غمِ ہجر میں میری جان لبوں پر آ گئی ہے؛ میری یہ جان تمہاری رضا کی راہ میں قربان ہو جائے۔

روئیتو کاش با دلِ ما بارِ چار چشم
تا کل شود ز صیقلِ کثرت زِ رایتو

کاش کہ تمہاری رویت (دیدار) ہمارے دل کے ساتھ چار آنکھ (یعنی براہِ راست وصال) ہو جائے، تاکہ تمہاری ذات کے تجلی سے کثرت (کے حجابات) صیقل ہو کر کل (واحد) ہو جائیں۔

بیدل کہ آرزویِ فدائیِ تو می کند

پیشِ زِ وفات باد بدل جانفدائیتو

بیدل جو تمہاری راہ میں فدا ہونے کی آرزو کرتا ہے، دعا ہے کہ موت سے پہلے اسے تمہاری راہ میں جان فدا کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے۔

مقالہ: 5

مقالته الخامس فی تفسیر قوله تعالی جل جلاله و عم نواله - أَوَ مَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سوره ۶ الأنعام، آیت ۱۲۲) فرد گر بصورتِ آدمی انسان بدی، احمد و بوجهل خود یکسان بدی۔

پانچواں مقالہ، اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ کے اس فرمان کی تفسیر میں: ”کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اسے ایک ایسا نور عطا کیا جس کی روشنی میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے، اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو اور وہاں سے نکل نہ سکتا ہو؟ اسی طرح کافروں کے لیے ان کے اعمال کو خوشنما بنا دیا گیا ہے۔“ (سورہ الانعام: ۱۲۲)۔ (اس آیت کا عارفانہ نکتہ یہ ہے کہ) اگر صرف انسانی شکل و صورت ہی کا نام انسان ہوتا، تو (حضرت) احمدِ مجتبیٰ ﷺ اور ابوجہل (دونوں کے) انسان ہونے کی حیثیت یکساں ہوتی۔

بفہم اے طالب و میباش آگاہ
تمسک کن بدین سر رشتہ راہ

اے طالبِ حق! (اس حقیقت کو) سمجھ اور باخبر رہ، اور اس راستے کی پوشیدہ ڈور (سلسلۂ طریقت) کو تھام لے۔

ہر آن مردہ کہ از من زندہ گردد

بود بیعدم پائندہ گردد

جو بھی مردہ (باطن) میرے (ذکر یا صحبت) سے زندہ ہو جائے، وہ فنا سے آزاد ہو کر ہمیشہ کے لیے پائندہ و جاوید ہو جاتا ہے۔

دہم او را دلی چون مہر پرنور
چو شمعی گو بہ فانوسی است مستور

میں اسے سورج کی طرح پرنور دل عطا کرتا ہوں، جو ایک شمع کی مانند ہے مگر (جسمانی) فانوس میں پوشیدہ ہے۔

بہ تنویرش درین عالم زند گام
بہ توضیحش بہ بیند چہرہ الہام

اس نورِ باطن کے ساتھ وہ اس دنیا میں (حقیقت پسندی کے) قدم رکھتا ہے، اور اس کی روشنی میں وہ الہام کے چہرے کا مشاہدہ کرتا ہے۔

نہ مثلِ اوست گو در ظلمتِ تن
فتاد ماکث ابدی مسجن

(روح کی) کوئی مثال نہیں ہے، لیکن (خاکی) جسم کی تاریکی میں قید ہو کر یہ ہمیشہ کے لیے قید خانہ بن گیا ہے۔

نہ او را ذوق از دیدارِ بیچون
دمادم غرق تر در قلزمِ خون

(جسمانیت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے) اسے اس ذاتِ بے چون (خدا) کے دیدار کا ذوق نہیں ملتا، اور وہ مسلسل خون (خوابِ غفلت یا مادی خواہشات) کے سمندر میں ڈوبتا جاتا ہے۔

رخِ جانش نہان در پردہِ جسم
نہ رسمِ خود بیادش ماند نہ اسم

اس کی جان کا رخ جسم کے پردے میں چھپا ہوا ہے، (اس حالت میں) نہ اسے اپنی حقیقت کا کوئی نشان یاد رہتا ہے اور نہ ہی اپنا نام۔

نه او را ذوق از دیدارِ بیچون
دمادم غرقتَر در قلزمِ خون

نہ اسے دیدارِ الٰہی کا ذوق ہے، اور نہ وہ خون کے سمندر میں غرق ہو کر (فنا) ہوتا ہے۔

رخِ جانش نهان در پردۂ جسم
نه رسمِ خود بیادش ماند نه اسم

اس کی جان کا رخ جسم کے پردے میں چھپا ہوا ہے، نہ اس کے رسم کا علم اسے رہتا ہے اور نہ ہی اس کے نام کا۔

ز حق مشغول با باطل مدامی
چو شب پر طالبِ قعرِ ظلامی

تم ہمیشہ حق (خدا) سے غافل اور باطل (دنیاوی امور) میں مشغول رہتے ہو، تم چمگادڑ کی طرح تاریکیوں کی گہرائی کے طالب ہو۔

نگردد دیو بادیوی سلیمان
نگردد نفس با سبحہ مسلمان

دیو کبھی بھی دیو پن چھوڑ کر سلیمان (جیسا برگزیدہ) نہیں بن سکتا، اسی طرح نفس (امارہ) محض تسبیح ہاتھ میں پکڑ لینے سے مسلمان (فرمانبردار) نہیں ہو جاتا۔

زبان چون احمد و دل چون ابوجہل
نگردد شاہدِ پیغمبرِ سہل

(تمہاری) زبان تو احمد (نبی کریم ﷺ) جیسی (حق گو) ہو، لیکن دل ابوجہل جیسا ہو، تو ایسا شخص نبوت (یا ولایت) کا سچا گواہ نہیں بن سکتا۔

کہ احمد صد ہزار اعجاز دارد
کلامش معنیِ ہر راز دارد

کیونکہ احمد (ﷺ) تو لاکھوں معجزے رکھتے ہیں، اور ان کا ہر کلام تمام بھیدوں کا مفہوم (اپنے اندر) رکھتا ہے۔

مِدہ دست بدستِ ہر خدا گوی
برو از رازدان سرِ خدا جوی

ہر "خدا کہنے والے" (نام نہاد پیر یا رہبر) کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دے دو، بلکہ جاؤ اور خدا کے راز سے واقف (کامل مرشد) سے خدا کو تلاش کرو۔

اگر خواہی کہ باشی مردِ این راه
بدست آور در اول شیخِ آگاه

اگر تم اس (طریقت کے) راستے کا مرد بننا چاہتے ہو، تو سب سے پہلے کسی باخبر شیخ (مرشدِ کامل) کو تلاش کرو۔

نہ شیخی کَش بود ریشِ سپیدی
دلش در ظلمتِ بیم و امیدی

ایسا شیخ (مرشد) نہیں جس کی صرف سفید داڑھی ہو (یعنی ظاہری وضع قطع ہو)، بلکہ اس کا دل خوف اور امید (مادی وابستگیوں) کی تاریکی میں گرفتار ہو۔

مگر شیخی کہ از ظلماتِ ہستی
بروں باشد پر از انوارِ مستی

(کامل مرشد وہ ہے) جس کا وجود (خود پسندی اور) ہستی کی تاریکیوں سے آزاد ہو، اور وہ (حق کی) مستی کے انوار سے لبریز ہو۔

سراپا نور چون خورشیدِ تابان
دلِ عالم ز نورش فیض یابان

وہ سر سے پاؤں تک سورج کی طرح روشن (نور) ہو، اور اس کے نور سے تمام عالم کے دل فیض حاصل کرتے ہوں۔

شناس از مرد کُردیرا نخستین
کہ تا آخر نہ گردی زارِ غمگین

سب سے پہلے مردِ کامل (مرشد) کو اس کے عمل سے پہچانو، تاکہ انجامِ کار تمہیں پچھتانا نہ پڑے اور غمگین نہ ہونا پڑے۔

بیارایند قیل و قالِ چندان
کہ بفریبند دلرا خود پسندان

(کچھ لوگ) بہت زیادہ بحث و مباحثہ اور قیل و قال سجاتے ہیں، تاکہ خود پسند لوگ (اپنے ظاہری کلام سے) دلوں کو دھوکہ دے سکیں۔

نہ ہر کس لائقِ ایں نعمت آمد
نہ ہر کس دور تر زین رحمت آمد

(ہر کوئی اس نعمتِ ولایت و ارشاد کے قابل نہیں ہوتا، اور نہ ہی ہر کوئی اس رحمت سے دور ہوتا ہے (یعنی یہ انتخابِ الٰہی کا معاملہ ہے)۔

کلامِ مولوی را معتبر دان
ز ترجمہ دو مصرعِ او دگرخوان

(تم) مولوی (رومی) کے کلام کو معتبر جانو، اور اس کے دو مصرعوں کا ترجمہ (صحیح معنوں میں) پڑھو۔

کہ گر انسان شود صورت معین
چہ فرق از شاہِ جان و بندہِ تن

کہ اگر انسان محض ظاہری صورت (ہی کا نام) ہو، تو پھر جان کے بادشاہ (روحانی انسان) اور جسم کے غلام (مادی انسان) میں کیا فرق باقی رہ جائے گا۔

بصورت احمد و بووجہل ہم چہرہ
بمعنی آن شبِ دیجور وین مہر

ظاہری شکل و صورت میں تو احمد (ﷺ) اور ابوجہل بھی ہم چہرہ (انسان) ہی تھے، مگر باطنی حقیقت میں ایک تاریک رات (تاریکی) ہے اور دوسرا سورج (نور)۔

چنان سبطی و قبطی ہم برابر
ولی در نیل فرق افتاد ظاہر

بظاہر تو سبطی (بنی اسرائیل) اور قبطی (فرعونی) برابر دکھائی دیتے تھے، لیکن دریائے نیل میں (حقیقت کے) فرق واضح ہو گیا۔

عطاہائے ز دستِ سحر کاران
بجنبش آمدہ مانندِ ماران

جادوگروں کے ہاتھ سے (پھینکی ہوئی) چیزیں حرکت میں آ کر سانپوں کی طرح (دکھائی دینے) لگیں۔

ولی دیدی عصائے موسوی را
کہ ظاہر کرد شکلِ معنوی را

لیکن تم نے (پھر) موسوی عصا کو دیکھا، جس نے (اپنی) معنوی شکل کو ظاہر کر دیا (یعنی باطل کو نگل لیا)۔

چو "جاء الحق" بمیدانِ شہادت
بزہق الباطل آوردہ بشارت

جب حق میدانِ شہادت میں آیا، تو اس نے "بزہق الباطل" (باطل مٹ گیا) کی بشارت سنا دی۔

نماند از سحر پیشِ معجزہ ہیچ
نہ عینک راست نوری بے نگہ ہیچ

معجزے کے سامنے جادو کا کوئی اثر باقی نہ رہا، (اسی طرح حقیقتِ حق کے سامنے) بغیر بصیرت و نور کے، کوئی بھی ظاہری آنکھ یا عینک کام نہیں آتی۔

بودند آئینہ ہا انواع اقسام
یکی آبی و دیگر آتش فام
آئینے مختلف اقسام کے تھے، جن میں سے ایک نیلا (آبی) تھا اور دوسرا آگ کے رنگ والا (سرخ)۔

اگر سازی در آبی دیدہِ خود بند
رسد نکہت ازو در دیدہ خورسند

اگر تم اپنی آنکھ (بصیرت) پر نیلا آئینہ لگا لو، تو (ہر چیز میں سے) تمہیں خوشگوار خوشبو اور تازگی محسوس ہوگی۔

وگر در آتشی سازی نظر تیز
شود از چشمت اشکِ آتشین ریز

اور اگر تم اپنی تیز نظر کو (سرخ/آتشی) آئینے میں مرکوز کرو، تو تمہاری آنکھوں سے (غم یا غصے کے) آتشیں آنسو بہنے لگیں گے۔

مقلد گرچہ میسازد فسانہ
محقق را نگردد ہم عنانہ

مقلد (اندھی تقلید کرنے والا) چاہے کتنی ہی کہانیاں (اور بے بنیاد باتیں) تراش لے، وہ کبھی بھی محقق (حقیقت کو پانے والے) کے ہم پلہ یا ہم سفر نہیں ہو سکتا۔

حکایت

ملاقی شدن صاحبدلی با حکیم و پرسیدن از وی ملت ویرا و اعراض آوردن دانشمند عما یسأل و اذالا محتنه الولی بکرامته و حج علیه فاسلم

ایک صاحبِ دل کا حکیم سے سامنا ہوا اور اس نے حکیم سے اُس کی ملت (دین و طریقت) کے بارے میں سوال کیا، مگر اُس دانشمند نے اُس سوال سے اعراض کیا اور خاموشی اختیار کر لی؛ اور جب اُس ولیِ کامل پر اُس کی کرامت ظاہر ہوئی، تو وہ (سوال کرنے والا) حجاب میں پڑ گیا اور بالآخر اُس نے سر تسلیمِ خم کر دیا۔

خردمندی مقابل شد بد رویش
بپرسیدش نخست از ملت و کیش

ایک عقلمند (خود کو عالم سمجھنے والا) شخص اس (صاحبِ نظر) کے سامنے آیا اور سب سے پہلے اس سے اس کی ملت اور مذہب کے بارے میں پوچھا۔

بگفتا ہر کہ نادان باشد او را
سزد بہرِ تعلم حسبت استا

اس (صاحبِ نظر) نے کہا کہ جو کوئی نادان ہو، اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ سیکھنے کے لیے استاد (کی شاگردی) اختیار کرے۔

منم در دانش اینک بی نظیری
چرا باید مرا پس دستگیری

(اس عقلمند نے جواب میں کہا) کہ اب تو میں علم میں بے نظیر ہوں، تو پھر مجھے (کسی اور کی) دستگیری اور مدد کی کیا ضرورت ہے؟۔

چو مردہ افتاد باشد برسرِ خاک

سزد گر خواہد استمداد از پاک

(جواب ملا کہ) جب کوئی مردہ زمین پر پڑا ہو، تو اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ کسی پاک ہستی سے زندگی (مدد) طلب کرے۔

مرا در ہر فنون چون دستگاہی است
نہ منت برون از کس رسم راہی است

(وہ عقلمند بولا) کہ میں تو ہر فن میں مہارت رکھتا ہوں، اور میری راہ کا طریقہ یہ ہے کہ مجھ پر کسی کی کوئی احسان یا منت نہیں ہے۔

ولی گفت آنچه من سازم تو سازی
بگفتا بر تو سازم سرفرازی

(صاحبِ نظر نے) کہا کہ جو کام میں (روحانی طور پر) انجام دیتا ہوں، کیا تم بھی وہ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا، میں تمہارے لیے سرفرازی کا سامان کروں گا۔

چو صاحب دل شنید ایں نکتہ مشکل
بہ کہ پازد چو پا مزدور در گل

جب صاحبِ دل نے یہ مشکل اور (احمقانہ) نکتہ سنا، تو اس نے (اس بات کو) ٹھکرا دیا جیسے کوئی مزدور کیچڑ میں پاؤں مارتا ہے (یعنی یہ بات بے وقعت تھی)۔

بگفتش گر تو ہمدمستان مائی
بزن در کوہ پا حیران چرایی

(عارف نے) اس سے کہا کہ اگر تم ہمارے ہم قدم (یا ہم خیال) ہو، تو پھر پہاڑ میں قدم رکھو، (تم اس طرح) حیران کیوں کھڑے ہو؟

بحکمِ آن بہ ینطق در آن حال
حکیمی زد بکوہ پا شد ہم امثال

اس حکم کے مطابق، اسی وقت ایک حکیم (بصیرت رکھنے والے) نے پہاڑ کی طرف قدم بڑھایا اور وہ (صاحبِ نظر) جیسا ہی ہو گیا۔

بدل دریافت این معنی خدا بین
کہ ایں تاثیرِ نطقِ ما است نی زین

اس نے دل سے یہ بات سمجھ لی کہ یہ (کامیابی) خدا بین ہونے (بصیرت) کا نتیجہ ہے، نہ کہ ہماری باتوں (یا علمِ ظاہر) کا اثر۔

کشید آہستہ پا زان کوہساری
بہ پرسیدش بہ تعبیہ ہوشیاری

(پھر) اس نے آہستہ سے اس پہاڑ سے اپنے قدم واپس کھینچے، اور ہوشیاری کے ساتھ (اس سے) کچھ سوالات پوچھے۔

ما ہم پا گشتیم از کوہ اکنون
بگفتا من چہ گویم تا کنی چون

(اور کہا) کہ ہم بھی اب پہاڑ سے واپس آ گئے ہیں، (تو اس عارف نے) جواب دیا کہ اب میں کیا کہوں کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔

پریشان گشتہ دانشور بخاطر
مدد زو خواستہ با صد عجز ظاہر

(یہ سن کر) وہ دانشور دل میں پریشان ہو گیا، اور صد عجز و انکساری کے ساتھ اس سے مدد کا طلبگار ہوا۔

بخندید از تضرعِ او محقق
صلائی زد کہ اینک حصحص الحق

محقق (عارف) اس کی عاجزی و گریہ و زاری پر مسکرایا، اور اس نے پکار کر کہا کہ اب حق ظاہر ہو گیا ہے۔

گرفتش دست و از وی برکشیدش
بسلکِ دینِ احمد در کشیدش

اس نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے (پستی سے) اوپر اٹھایا، اور اسے دینِ احمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاکیزہ سلسلے میں داخل کر لیا۔

کجا با عشق گردد عقل دمساز
نیارد ماکیان با باز پرواز

عقل، عشق کے ساتھ کہاں ہم آہنگ ہو سکتی ہے؟ جس طرح ایک مرغی (ماکیان) شاہین (باز) کے ساتھ پرواز نہیں کر سکتی۔

فرو شو لوحِ دل از نقشِ دانش
کہ باشد بس سیہ روی از آنش

اپنے دل کی لوح کو (صرف) ظاہری علوم کے نقوش سے دھو ڈال، کیونکہ (صرف ظاہری علم) اسے (باطنی اعتبار سے) سیاہ رو کر دیتا ہے۔

بجان کن بیعتِ باعشقِ کامل
ز خود پرہیز قد تم المسایل

دل و جان سے عشقِ کامل (مرشدِ کامل) کی بیعت کر لے، اور اپنی انا (خود پرستی) سے پرہیز کر، تب تیرے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔

غزل

من کہ آویختہ آن زلفِ پریشان شدہ‌ام
ہمچو طفل از خرد و دانش نادان شدہ‌ام

میں جس نے اُس (محبوب کی) زلفِ پریشان سے دل لگا لیا ہے، (اس عشق میں) میں چھوٹے بچے کی طرح عقل و دانش سے ناواقف ہو گیا ہوں۔

حرفِ پردازیِ تدبیر بود حرمانِ دل

ترکِ این شرک گرفتم کہ مسلمان شدہام

(محبوب کے معاملے میں) تدبیریں سوچنا دل کی محرومی کا باعث تھا، میں نے اس "شرک" (یعنی غیرِ خدا پر بھروسہ) کو چھوڑ دیا ہے اور سچا مسلمان (عشقِ حقیقی میں یکسو) ہو گیا ہوں۔

دیو با مہرِ دیانت نشود عالمگیر
من بہ بے خاتمیِ خویش سلیمان شدہام

(میرا) دیو (نفس) دین کی محبت کے بغیر عالمگیر نہیں ہو سکتا، میں تو اپنے پاس کچھ نہ ہونے (فقیری) کے باوجود (خدا کی نظر میں) سلیمان ہو گیا ہوں۔

جلوہِ حسنِ بتاں میبرد از خویشتنم
زاں سبب در رخِ ایں آئینہ حیران شدہام

محبوب کے حسن کا جلوہ مجھے اپنے آپ سے بے خبر کر دیتا ہے، اسی لیے میں اس (محبوب کے) چہرہ نما آئینہ میں حیران (و محوِ دیدار) ہو گیا ہوں۔

تا شود سلسلہِ پائی دلم گیسوئے یار
سرِ سودا زدہ در رہِ بیابان شدہام

تاکہ میرے دل کے پاؤں کی زنجیر محبوب کی زلف بن جائے، میں (اپنے) سودا زدہ سر کے ساتھ بیابان (وادیٔ محبت) کی راہ پر چل پڑا ہوں۔

زاہدان طعنہ زنانند بمستانِ غمت
کہ چرا در غمِ تو چاکِ گریبان شدہام

زاہد (ظاہری عبادت گزار) تیرے غم کے متوالوں کو طعنے دیتے ہیں، کہ میں کیوں تیرے غم میں گریبان چاک (دیوانہ) ہو گیا ہوں۔

تا بیا راست رُخِ بزمِ طرب را شب و روز
بلبلِ آسا بہ ہوا داریِ بُستان شدہ‌ام

تاکہ (محبوب) شب و روز اپنی جلوہ گری سے بزمِ خوشی کو سجائے رکھے، میں بلبل کی طرح (اس کرے) باغ کی ہوا داری (حفاظت) میں لگ گیا ہوں۔

در مظاہرِ بشری حسنِ تو شد جلوہ کنان
بیدل از شوقِ ازل دیدہ کشایان شدہ‌ام

(اے محبوب!) تمہارا حسن انسانی مظاہر (انسانوں) میں جلوہ گر ہو گیا ہے، میں (بیدل) ازل کے شوق سے (اپنی) آنکھیں کھول کر دیکھنے والا ہو گیا ہوں۔

مقالہ: 6

مقالته السادس فی معنی الصفی الزکی سیدنا محمدن النبی الامی انه قال ان الله لاینام ولاینبغی له ان ینام و یخفض القسط و یرفعه و یرفع الیه عمل الیل قبل عمل النهار و عمل النهار قبل عمل الیل حجابه النور لو کشفه لا حرقت سبحات وجهه ما انتهی الیه بصره من خلقه

چھٹا مقالہ: ہمارے سردار، نبیِ اُمّی، پاکیزہ و برگزیدہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے معنی کے بارے میں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے سونا زیب دیتا ہے۔ وہ ترازو (قسط) کو جھکاتا اور بلند کرتا ہے۔ اُس کی بارگاہ میں دن کے عمل سے پہلے رات کا عمل اور رات کے عمل سے پہلے دن کا عمل پیش کیا جاتا ہے۔ اُس کا حجاب نور ہے، اگر وہ (اُس نور کے) پردے کو ہٹا دے، تو اُس کے چہرے کے جلال (سبحاتِ وجہہ) کی تجلیاں اُس کی مخلوق میں سے جہاں تک اُس کی نظر پہنچتی ہے، سب کو جلا کر بھسم کر دیں۔"

چون تجای کرد اوصافِ قدیم
پس بسوزد وصفِ حادث را کلیم

جب (حق تعالیٰ کی) قدیم صفات جلوہ گر ہوتی ہیں، تو کلیم (موسیٰ علیہ السلام جیسے عارف) کی حادث (فانی) صفات جل کر فنا ہو جاتی ہیں۔

چنین گفت آن گہرِ بحرِ رسالت
گلی بشگفتہ بستانِ جلالت

بحرِ رسالت کے اس گوہر (نبی کریم ﷺ) نے جلالت کے باغ میں کھلے ہوئے پھول کی طرح یوں فرمایا۔

که یزدان گو منزه از منام است
نه لایقِ خواب چون خلقِ عوام است

کہ خدا (یزدان) نیند (خواب) سے پاک و منزہ ہے، اور عوام الناس کی طرح اس کے لیے نیند لائق نہیں ہے۔

غرض در ہر لباسِ اہلِ انفاس
نخوابد خفت آن متنفس الناس

مطلب یہ ہے کہ وہ متنفس (زندہ رہنے والا) خدا، تمام سانس لینے والوں کے لباس (یعنی جسموں) میں سوتا نہیں ہے۔

تحرک می کند آن مخفیِ الذات
در اجسامِ ذوی الارواحِ عرصات

وہ مخفی ذات، میدانِ حیات میں روح رکھنے والے تمام اجسام میں حرکت (اور زندگی) پیدا کرتی ہے۔

بمعنیِ کل شیئی حی گفتند
که آن جانِ جهان دروی نهفتند

عارفین نے "کل شیئی حی" (ہر چیز زندہ ہے) کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اس کائنات کی جان اسی (خدا) کے اندر پوشیدہ ہے۔

اگر قسمِ نباتات و جمادات
دگر ہفت ارض، ہم سبع سماوات

خواہ نباتات و جمادات کی قسم ہو، یا ساتوں زمینیں ہوں اور اسی طرح ساتوں آسمان (سب اسی زندگی کے مظہر ہیں)۔

وہم معنیِ دم، زندگی زو است
دمِ پرنور را پائندگی زو است

دم (سانس) کا مفہوم اور زندگی اسی (خدا) سے ہے، اور پرنور سانس کی بقا بھی اسی سے ہے۔

بجولان آمد اندر صورتِ باد
بسانِ جان در آب آن کیسہ بگشاد

وہ ہوا کی صورت میں حرکت میں آیا، اور پانی میں جان کی مانند اس نے (حیات کی) تھیلی کھول دی۔

بجنبش آورد آتش ہمانا
بخاک اندر نہفت آن رمزِ دانا

اسی نے آگ کو حرکت میں لایا، اور خاک کے اندر وہ دانا (خدا) کا راز پوشیدہ ہے۔

درونِ ہر چیز و اربابِ تنفس
جرس جنباند آن سلطانِ عسعس

ہر چیز اور سانس لینے والوں کے اندر وہی "سلطانِ عسعس" (اندھیروں اور اجالوں کا بادشاہ) جنبش پیدا کرتا ہے۔

ز تعریفِ کمالش ہر خیالات
پذیرد رفع و گیرد خفضِ حالات

اس کے کمال کی تعریف سے ہر خیال (باطنی کیفیت) بلندی حاصل کرتا ہے اور حالات کے نشیب و فراز کو سمجھتا ہے۔

ز ظاہر پیشِ او باطن عیان تر
ز باطن ظاہرم نزدش نشان تر

اس کے نزدیک ظاہر کی نسبت باطن زیادہ عیاں ہے، اور باطن کی نسبت میرا ظاہر اس کے لیے زیادہ واضح نشانی ہے۔

از بندۂ او طاعت آید
موکل قدرتش باوی نماید

بندے سے جو بھی عبادت و طاعت سرزد ہوتی ہے، اس کی قدرت کا موکل (فرشتہ یا اثر) اس پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

ہرآنچہ از شب بیاید پیشِ مارا

شود پیش از سحرش آشکارا

جو کچھ بھی رات کے اندھیرے میں ہمارے سامنے آتا ہے، وہ سحر (صبح) ہونے سے پہلے ہی آشکار اور واضح ہو جاتا ہے۔

ہرآنچہ از ما پدید آید ہمہ روز
شود پیش از شبش روشن بہ فیروز

اور جو کچھ بھی دن کے وقت ہم سے ظاہر ہوتا ہے، وہ رات ہونے سے پہلے ہی (حقیقت کے) نور سے روشن ہو جاتا ہے۔

عبادتِ ظاہر ما داند او بس
صفائے باطنم بشناسد او بس

ہماری ظاہری عبادت کو بھی صرف وہی جانتا ہے، اور میرے باطن کی پاکیزگی (صفائی) کو بھی وہی پہچانتا ہے۔

بجنبانیم لب دانَد کلامم
پزم امید بخشد فیضِ کامم

جب ہم لب ہلاتے ہیں تو وہ ہمارے کلام کو جان لیتا ہے، (اور جب ہم امید رکھتے ہیں) تو وہ ہماری مراد کے مطابق فیض عطا فرماتا ہے۔

عیان تر از عیانہائی جہان است
نہان تر از نہان‌ہا بی‌نشان است

وہ (خدا) اس دنیا کی تمام ظاہری چیزوں سے زیادہ عیاں ہے، اور تمام پوشیدہ چیزوں سے زیادہ چھپا ہوا اور بے نشان ہے۔

رخِ روشنِ ترا ز ہر چیز روشن
ز عکسش آب و گل را خانہ گلشن

تیرا روشن چہرہ ہر چیز سے زیادہ تابناک ہے، جس کے عکس سے یہ خاکی (آب و گل) دنیا ایک گلشن بن گئی ہے۔

برخ از نورہا بستہ نقابی
گرفت از جسم بر او جان حجابی

(اس نے) اپنے چہرے پر نور کا نقاب ڈال رکھا ہے، اور جسم کے ذریعے اس نے جان پر ایک حجاب (پردہ) قائم کر دیا ہے۔

بر آن رخ گر تق صورت نباشد
ز لوحم حرفِ ہستی را تراشد

اگر اس چہرے (ذاتِ الٰہی) پر کوئی ظاہری صورت نہ ہو، تو وہ میرے لوحِ دل سے ہستی (اپنی انا) کے حرف کو مٹا دیتا ہے۔

اگر بگشاید آن در پردہِ نور
بماند جان بجنج نیست مستور

اگر وہ نور کے پردے کو کھول دے، تو جان باقی رہ جاتی ہے اور (وہ ذات) کسی کونے میں پوشیدہ نہیں رہتی۔

وگر شمعِ تجلی برفروزد
وجودِ وصف چون پروانہ سوزد

اور اگر وہ تجلی کی شمع روشن کر دے، تو (انسان کا) وجود اور اس کی صفات پروانے کی طرح جل جاتی ہیں۔

کہ پیشِ آفتابِ نورِ اثبات
چراغِ ما سوارِ بی سُبات

کیونکہ اثباتِ نور (ذاتِ حق) کے آفتاب کے سامنے، ہمارا چراغ (عقل) بغیر کسی ٹھہراؤ کے (ماند پڑ جاتا ہے)۔

فروغِ صبحِ انوارِ قدمِ محض
کند شامِ حوادث را عدمِ محض

قدمِ محض (ذاتِ قدیم) کے انوار کی صبح کا اجالا، حوادث (کائنات) کی شام کو عدمِ محض بنا دیتا ہے۔

وجوب آمد عدم گردید امکان
قدیم آمد حوادث سوخت زینسان

جب (حق کا) وجوب آیا تو امکان (کائنات) عدم ہو گیا، اور جب قدیم (حق) آیا تو اس نے حوادث کو اسی طرح جلا دیا۔

حکایت

عرض کردن صاحب منزلی در جناب کمالت انتساب حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ حال مبتدی را که جرعۂ نوش ساتگین ارشاد او بود و حرف زدن از مشاهده هفتاد گانه وی فی کل یوم عند سلطان العارفین فنظر نظره الیه واحرقہ. آفتابی کز وی این عالم افروخت. اندکی کرسیش تابد جمله سوخت.

ایک صاحبِ منزل نے کمالات کے منبع، حضرت بایزید بسطامی (قدس اللہ سرہ) کی بارگاہ میں ایک مبتدی سالک کا حال پیش کیا، جو اُن کی ہدایت کے جام سے سیراب ہو رہا تھا، اور اُس مبتدی کی اُس مشاہدے کی کیفیت کے بارے میں بات کی جو اُسے ہر روز سلطان العارفین (بایزید بسطامی) کے حضور ستر بار حاصل ہوتا تھا۔ تب حضرت نے اُس کی جانب ایک نظر ڈالی اور (اُس کے وجود کو) جلا کر راکھ کر دیا۔ وہ ایسا آفتاب تھا جس سے یہ سارا جہان روشن ہوا، لیکن اُس کی کرسی (اُس کی تجلی) کی ایک چھوٹی سی کرن بھی جہاں پڑی، سب کچھ جلا کر خاکستر کر دیا۔

بیامد کاملی با طالبِ خویش
بدرگاہِ شہِ عرفانِ صفا کیش

ایک کامل (مرشد) اپنے طالب کے ساتھ، صفا شعار عرفان کے بادشاہ کی بارگاہ میں آیا۔

بیان می‌ساخت تصفیۂ آن مریدی
بہ پیشِ بارگاہِ با یزیدی

وہ بایزید (بسطامی) کی بارگاہ میں اس مرید کی تصفیہ (روحانی صفائی) کا بیان کر رہا تھا۔

بگفتا کَش بود ہفتاد گانہ
لقایِ نورِ بیچونِ یگانہ

اس نے کہا کہ جس کے پاس ستر (درجات کے) تجربات ہوں، وہی اس یکتا اور بے چون نور کا دیدار کر سکتا ہے۔

شنید ایں نکتہ را چون شاہِ بسطام
نظر کرد از جلالت و جذبِ الہام

جب شاہِ بسطام (بایزید) نے یہ نکتہ سنا، تو اس نے جلالت اور جذبہِ الہام کے ساتھ نظر ڈالی۔

بر آن موصوفِ اوصافِ شہادت
رسید از چشمِ او نورِ شہامت

اس (طالب) کے اوصافِ شہادت پر، اس کی آنکھ سے نورِ شہامت (بہادری) پہنچا۔

چنان اشراقِ آن نور از خودُش برد
کہ رختِ خود باقلیمِ بقا برد

اس نور کی تجلی اسے اس طرح خود سے دور لے گئی، کہ وہ اپنا سامانِ ہستی اقلیمِ بقا (عالمِ ابدیت) کی طرف لے گیا۔

بخرمنِ ہستیِ او آتش افروخت
بیکدم خار و خسِ ایجاد را سوخت

اس نے اس (طالب) کے ہستی کے خرمن (ڈھیر) پر آگ لگا دی، اور ایک لمحے میں کائنات (ایجاد) کے خار و خس کو جلا ڈالا۔

تن و جان زان تجلی سوختش پس
بخاک افتاد چوں خاکستری بس

اس تجلی سے اس کا تن اور جان جل گئے، پس وہ خاک پر راکھ کی مانند گر پڑا۔

شده چوں مشت خاکستر ازاں نور
دلِ پیرش ز حالش زارِ مہجور

جب اس نور سے (طالب کا وجود) مٹھی بھر راکھ ہو گیا، تو اس کے پیر (مرشد) کا دل اس کی اس (فنا والی) حالت پر زار و قطار رویا.

نشان دادش مکمل زاں معما
کہ او نادیده نورِ پاکِ یکتا

اس (مرشد) نے اسے اس معمے کا مکمل نشان دکھایا، کہ وہ (طالب) اُس نورِ پاکِ یکتا کو دیکھ (کر فنا ہو) چکا تھا.

چہ نیروی دریں یک مشت خاکست
کہ قابل دیدنِ آن نورِ پاک است

اس مٹھی بھر خاک (انسان) میں کیا ایسی طاقت ہے، جو اُس نورِ پاک کو دیکھنے کے قابل ہو سکے؟

چہ خورشیدی کزو ایں عالم افروخت
اگر زین پیش تابد جملہ را سوخت

یہ کیسا سورج ہے جس سے یہ عالم روشن ہوا، اگر یہ (اپنی پوری تجلی کے ساتھ) پہلے چمک جائے تو سب کچھ جلا دے.

مزن دم زین سخن ہین بیزبان شد
طلبگارِ وصالِ بے نشان شد

اس بات پر اب خاموش ہو جا (دم نہ مار)، دیکھ کہ (طالب) بے زبان ہو گیا اور بے نشان وصال کا طلبگار بن گیا.

چو وصلِ او بود نفیِ وجودت
مگر عاشق شدستی بر نبودت

چونکہ اس کا وصال تمہارے وجود کی نفی ہے، تو کیا تم اپنے نہ ہونے (فنا) پر ہی عاشق ہو گئے ہو؟

توئی چوں سایہ و مشتاقِ خورشید

چو خور آید بگردد سایہ ناپید

تم تو سائے کی طرح سورج کے مشتاق ہو، (اور حقیقت یہ ہے کہ) جب سورج آتا ہے تو سایہ ناپید ہو جاتا ہے.

چو تو می‌خواہی کہ رخ با ما فروزد
رخ افروزد ترا خرمن بسوزد

جب تم یہ چاہتے ہو کہ وہ اپنا چہرہ ہمارے ساتھ روشن کرے، تو (یاد رکھو کہ) وہ اپنا چہرہ روشن کرے گا تو تمہارے ہستی کے خرمن کو جلا دے گا.

غزل

یکدم ایدوست بصد جاہ رخ افروختہ گیر
خرمنِ ہستیِ حرمان زدگان سوختہ گیر

اے دوست! ایک ہی لمحے میں سو شان سے اپنا رخ روشن کر لو، اور (ہم جیسے) محروم نصیبوں کی ہستی کے خرمن کو جلا ڈالو۔

تیرِ مژگان بکمانِ ابرو دادند ترا
ہدفِ سینہِ جگر سوختگان دوختہ گیر

تیرے ابرو (بھوؤں) کی کمان میں تجھے مژگاں (پلکوں) کے تیر عطا کیے گئے ہیں، (انہیں) جگر سوختہ لوگوں کے سینے کا ہدف بنا لو۔

دوش بلبل سحر آہستہ بزنرگس میگفت
شیوهِ مستی ز آن چشم در آموختہ گیر

کل رات بلبل صبح سویرے نرگس (کے پھول) سے آہستہ سے کہہ رہی تھی کہ مستی کا انداز اُس (محبوب کی) آنکھ سے سیکھ لو۔

در بہاِ بوسہِ یاقوتِ لبِ شیریںِ خویش
دُرِ لولو ز بنِ چشمِ من اندوختہ گیر

اپنے شیریں ہونٹوں کے بوسے کی قیمت میں، میری آنکھوں کے موتیوں (آنسوؤں) کو جمع کر لو۔

تا بزندانِ تو ہم نکندت محبوس
یوسفِ جان بزلیخاِ تن نفروختہ گیر

تاکہ وہ تمہیں اپنے زندان (قید خانے) میں محبوس نہ کر سکے، یوسفِ جان کو (اپنی) زلیخا نما تن (جسم) کے ہاتھ نہ بیچو۔

روزگاریست کہ بی‌رویِ تو روزم چو شب است
شمعِ حسنِ خود در بزمِ من افروختہ گیر

ایک زمانہ ہو گیا ہے کہ تمہارے چہرے کے بغیر میرا دن رات (اندھیرے) جیسا ہے، (اب) اپنی حسن کی شمع میری بزم میں روشن کر لو۔

بدلِ بیدلِ پروانگی آموز و بیا

پردۂ کثرت با نورِ صفا سوختہ گیر

بیدل، کے دل کو پروانگی (عشق) سکھاؤ اور آ جاؤ، اور نورِ صفا کے ساتھ کثرت (ظاہری دنیا) کے پردے کو جلا دو۔

مقالہ: 7

مقالته السابع در ترجمه مصرعین احسن الکتب اعنی المثنوی المعنوی که هر کلمه فقره احدیت آن وحدت نامه دیباچه دیوان ازل آلا زال است و مهر حرف مضمون. معارف آن لای شهامه عنوان جراید ابد الاباد. فرد:

علم حق در علم صوفی گم شود
این سخن کی باور مردم شود

ساتواں مقالہ: بہترین کتاب یعنی مثنوی معنوی کے دو مصرعوں کی تشریح میں؛ جس کا ہر لفظ احدیت کا ایک ٹکڑا ہے، اُس کی وحدت نامہ، دیوانِ ازل کا دیباچہ ہے، اور یہ حرفِ مضمون کی مہر ہے۔ اُس کی معرفت ابدُالآباد کے جریدوں کا شاندار عنوان ہے۔

فرداً (شعر):
حق کا علم، صوفی کے علم میں کہیں گم ہو جاتا ہے،
بھلا یہ بات عام لوگوں کو کب یقین آئے؟

فَهْمٌ مِنْ فَهْمٍ

سمجھ میں سے ایک سمجھ

بفهم ایں زبانِ بی زبانی
شود عاجز زبان نکتے دانی

اس "بے زبانی کی زبان" (باطنی کیفیت) کو سمجھو، کیونکہ زبانِ گفتار (ظاہری زبان) اس لطیف نکتے کو بیان کرنے سے قاصر اور عاجز ہو جاتی ہے۔

چہ اسراریست ایں فردِ یگانہ
خبر بخشندہ ز اسرارِ نہانہ

یہ ایک (خدا کی ذات) کیسی عجیب اسرار والی ہے، جو چھپے ہوئے رازوں کی خبر پہنچانے والی ہے۔

چہ سان عالم نماید اعتقادی
مگر نقدِ تفہم افتادی

یہ دنیا کس طرح اعتقاد (ایمان) کا مظاہرہ کرتی ہے، مگر (حقیقت تو یہ ہے کہ) یہ صرف سمجھ کی نقد (باطنی بصیرت) کا معاملہ ہے۔

چہ سان گوید زبانِ عامِ مردم
کہ علمِ حق شود در علمِ کس گم

عام لوگوں کی زبان یہ کیسے بیان کر سکتی ہے کہ حق کا علم (حقیقی معرفت) عام انسانوں کے علم میں گم ہو کر رہ گیا ہے۔

ولی روشندلان فہمند او را
بفہمِ پاک بشکافند مورا

لیکن روشندل (صاحبِ بصیرت) لوگ اسے سمجھتے ہیں، اور پاکیزہ فہم کے ساتھ وہ (حقیقت کے) باریک ترین نکتے کو بھی کھول دیتے ہیں۔

ز صحبتِ واصلان در گوشم آمد
معانی ایں کہ از وی ہوشم آمد

واصلانِ حق (اللہ والوں) کی صحبت سے میرے کانوں میں یہ معانی پڑے، جن سے مجھے (حقیقی) ہوش (بیداری) نصیب ہوئی۔

کہ علمِ حق بود رنگِ ظہورات
کمالِ علمِ صوفی استوا ذات

(اور وہ معانی یہ ہیں کہ) علمِ حق دراصل ظہورات (کائنات) کا رنگ ہے، اور صوفی کے علم کا کمال ذاتِ الٰہی پر استوا (توجہ مرکوز کرنا) ہے۔

ظہورِ عالم از ذاتِ حق آمد
ہمو نقش در اثباتِ حق آمد

کائنات کا ظہور اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوا ہے، اور وہی ذاتِ حق (اپنی موجودگی) کے اثبات میں نقشِ اول ہے۔

دگر رہ علمِ حق مادون گفتند
علومِ فکر را بیچون گفتند

انھوں نے حق کے علم کے علاوہ دوسرے راستوں کو کمتر قرار دیا، اور فکری علوم کو (ذاتِ خداوندی کی طرح) بے کیف اور بیچون کہا ہے۔

ہم آخر ما سوا گم در خدائیست
کہ بیچون مفتقد چون و چرایست

آخرکار ہم سب کچھ خدا کی خدائی میں گم ہے، کیونکہ وہ ذاتِ بیچون، "کیفیت و سبب" (چون و چرا) سے ماورا ہے۔

دگرگون علمِ حق کثرتِ وجود است
خیالِ صوفیان وحدتِ شہود است

علمِ حق کی ایک شکل وجود کی کثرت ہے، اور صوفیاء کا نظریہ "وحدتِ شہود" ہے۔

وجودِ کثرت آمد گرچہ موجود
ولی آخر بپوشد جامہ نابود

اگرچہ کثرتِ وجود ایک حقیقت کے طور پر موجود ہے، مگر آخرکار وہ نابودی (فنا) کا جامہ پہن لیتی ہے۔

شہودِ وحدت از ظاہر نہ پیدا است
ولی در بزمِ جاویدان ہویدا است

وحدت کا مشاہدہ ظاہری آنکھ سے واضح نہیں ہوتا، مگر ازلی اور ابدی بزم میں وہ عیاں ہے۔

که وحدت قلزم و کثرت حبابیست
حبابی را به بحر اندر چه تابیست

وحدت سمندر کی مانند ہے اور کثرت ایک بلبلے کی طرح ہے، اور سمندر کے سامنے ایک بلبلے کی کیا تاب اور حیثیت ہو سکتی ہے۔

حبابی سر برآرد ہم ز قلزم
ہم او گردد دراں پنہانِ گم

(سمندر سے) ایک بلبلہ سر اٹھاتا ہے، اور وہی بلبلہ دوبارہ اسی (سمندر) کے پوشیدہ خانے میں گم ہو جاتا ہے۔

گرت ای مدعی فہمِ سخن نیست
تو معذوری کہ جانت مقترن نیست

اے مدعی! اگر تجھے اس کلام کی سمجھ نہیں، تو تو معذور ہے کیونکہ تیری جان (حقیقت سے) نہیں جڑی ہوئی ہے۔

کسی نوشد صبوحیِ بیخودی را
کہ سازد خُرد اقداحِ خودی را

بے خودی کی شرابِ صبح وہی پیتا ہے، جو خودی (انا) کے پیالوں کو توڑ دیتا ہے۔

شکن جام و بنوش آن راحتِ روح
بیفگن سورِ تن کن بابِ مفتوح

(خودی کے) جام کو توڑ دے اور روح کی اس راحت (حقیقتِ الٰہی) کو پی لے، جسم کی محفل کو چھوڑ دے اور (حق کے) دروازے کو کھول دے۔

در آور بزمگاہی بے نشانی
شنو بیگوش صوتِ بی زبانی

اس بزمگاہ میں آ جو بے نشان ہے، اور بغیر کان کے "بے زبانی کی آواز" سن۔

حکایت

اعتکاف گزیدن شاہ بایزید بسطامی در خلوتخانہ و بسمع او صدای یارب یا کریم از زبان دریوزہ گری رسیدن و بلبیک عبدی صلای دادن اورا . . .

شاہ بایزید بسطامی کا خلوت خانے میں اعتکاف اختیار کرنا، اور اُن کے کانوں میں ایک مانگنے والے کی زبان سے "یا رب، یا کریم" کی آواز کا پہنچنا، اور (خدا کی جانب سے) اُسے "لبیک عبدی" (میرے بندے میں حاضر ہوں) کی پکار سنائی دینا . . .

رسیدہ مفتقر در سرای
کشید از سینہ یا رب را صدائی

ایک فقیر خدا کی بارگاہ میں پہنچا اور اپنے سینے سے یا رب کی ایک درد بھری پکار نکالی۔

درونِ خانہِ شاہی معتزل بود
کہ با ذاتِ الٰہی متصل بود

وہ شاہی محل کے گوشے میں گوشہ نشین تھا، اور ایسا گوشہ نشین کہ اس کا باطن ذاتِ الٰہی سے متصل تھا۔

بگوشِ او رسید ایں بانگ در حال
ز جا برجست بیخود فارغ البال

جونہی یہ پکار اس کے کان میں پہنچی، وہ بے خود اور فکر و خیال سے آزاد ہو کر اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

بدو لبیکِ عبدی گفت سرمست
در بشکستہ از مستی بروں جست

اس نے سرمستی کے عالم میں "لبیک عبدی" یعنی "اے میرے بندے، میں حاضر ہوں" کہا، اور مستی کے عالم میں دروازہ توڑ کر باہر نکل آیا۔

بگفتندش کہ نامت با یزید است
چرا قول تو چوں رب الوحید است

اس سے کہا گیا کہ تیرا نام تو یزید ہے، پھر تیری بات ربِ واحد جیسی کیوں ہے؟

بگفتا با یزدی را ندانم
کہ من خود شاہ تختِ بی نشانم

اس نے کہا کہ میں بایزیدی کو نہیں جانتا، کیونکہ میں خود بے نشان تخت کا بادشاہ ہوں۔

برفت از من منی و مای اکنون
بمن مانده است نورِ اللہی اکنون

اب مجھ سے میری "میں" اور "میرا" پن ختم ہو چکا ہے، اب مجھ میں صرف نورِ الہی باقی رہ گیا ہے۔

مرا از من ربود آن جوشِ مستی
برون رفتم ز تقییداتِ ہستی

اس جوشِ مستی نے مجھے مجھ سے چھین لیا ہے، اور میں ہستی کی تمام قیدوں سے باہر نکل گیا ہوں۔

چو آہن ز آتش آتش رنگ گشتم
بنورِ مظہرش ہم چنگ گشتم

میں آگ میں پڑے لوہے کی طرح آگ کے رنگ کا ہو گیا ہوں، اور اس کے نورِ مظہر کے ساتھ ہم آہنگ ہو گیا ہوں۔

نماند از آہنی در ما اثر ہیچ
نماند از آہنی مارا خبر ہیچ

اب ہم میں لوہے کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، اور نہ ہی اب ہمیں لوہے کی کوئی خبر رہی ہے۔

انا النار است موجِ قلزمِ ما
انا النار است وصفِ ہر دمِ ما

"انا النار" (یعنی میں ہی آگ ہوں) ہمارے سمندر کی موج ہے، اور "انا النار" ہی ہمارے ہر سانس کی صفت ہے۔

ترا اگر شک بود برما بنہ دست
کہ تا آگہ شوی زین شیرِ نرمست

اگر تجھے ہم پر کوئی شک ہے تو اپنا ہاتھ ہمارے اوپر رکھ، تاکہ تو اس شیرِ مست کی لطافت اور نرمی سے آگاہ ہو سکے۔

چو یابد جانِ تو آگاہی از ما
بتابد بر تو شمسِ اللھی از ما

جب تیری جان ہم سے آگاہی حاصل کر لے گی، تو ہم سے ہو کر ہی تجھ پر [حق کا] سورج چمکے گا۔

چو گردی محو در خورشیدِ اثبات
شود شخصِ ظلامی ہستیت مات

جب تو اس خورشیدِ اثبات [خدا کی ذات] میں محو ہو جائے گا، تو تیری تاریک شخصیت اور تیری ہستی مٹ جائے گی۔

انا الشمس از دمت گردِ پدیدار
زِ نی گلبانگِ حق با نغمہِ اسرار

تیرے دم سے "انا الشمس" [میں سورج ہوں] ظاہر ہو جائے گا، اور [تیرے] نَے سے حق کی آواز، اسرار کے نغموں کے ساتھ بلند ہوگی۔

دوئی گم گردد وحدت مثبت
انا الواحد بگوی از محبت

دوئی [جدائی کا تصور] ختم ہو جائے گی اور وحدت ثابت ہو جائے گی، پس محبت کے ساتھ "انا الواحد" [میں ایک ہوں] کہہ۔

غزل

ای تجلای ازل رخسار رخشان شما
تفرقہ ہستیِ من زلف پریشانِ شما

اے ازل کی تجلی! آپ کا روشن چہرہ، اور میری ہستی کی تفرقہ [پراگندگی] آپ کی زلفِ پریشاں ہے۔

آدم از بستانِ غیب آمد سوی باغِ شہود

تا کند رضوانی اکنافِ گلستانِ شما

حضرت آدم غیب کے باغ سے عالمِ شہود کی طرف آئے، تاکہ آپ کے گلستان کے کناروں کو جنت کا نظارہ بنا سکیں۔

نوح در غرقابِ عشق بیخودانہ غرق شد
تا فتادش کشتیِ دانش بطوفانِ شما

حضرت نوح عشق کے غرقاب میں بیخود ہو کر غرق ہوئے، تاکہ ان کی عقل کی کشتی آپ کے طوفان میں جا پڑے۔

یونس اندر بطنِ ماہی شد بیادت ہم نفس
یوسفِ مصری انگاشت زندانِ شما

حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں آپ کی یاد میں ہم نفس ہوئے، اور حضرت یوسف نے آپ کے زندان کو اپنا ٹھکانہ سمجھا۔

ازیں چشمِ اسرائیل اشکِ چون دُر بہر چیست
خونِ بہائیِ بوسہِ لعلِ بدخشانِ آپ

حضرت یعقوب کی آنکھوں سے یہ موتیوں جیسے آنسو کس لیے ہیں؟ یہ تو آپ کے لعلِ بدخشاں [لب] کے بوسے کی دیت ہے۔

تشنہ لب چوں رفتہ اسکندر بشوقِ ناتمام
خضر را بنواخت آبی چشمہِ حیوانِ شما

جب حضرت اسکندر ناتمام شوق کے ساتھ تشنہ لب واپس گئے، تو خضر کو آپ کے چشمۂ حیات کے پانی نے نواز دیا۔

بر خلیل از لطفِ تو گلزار شد نارِ ہجوم
شد ذبیحِ اللہ بذوقِ وصلِ قربانِ شما

آپ کے لطف سے حضرت ابراہیم کے لیے آگ کا ہجوم گلزار بن گیا، اور حضرت اسماعیل آپ کے قرب کے ذوق میں ذبیح اللہ بن گئے۔

بر سرِ زِ گریہ راندی اَرہ با صد عِز و ناز
صبر کرد ایوب چوں مردانِ بکرماں شما

آپ نے سو ناز و انداز کے ساتھ گریہ کے ذریعے (ہم پر) آری چلائی، تو ایوب کی طرح آپ کے جوان مردوں نے صبر کیا۔

ہم نفس خورشید شد بن مریم از الطافِ تو
شمعِ موسیٰ نورگیر آمد زِ لمعانِ شما

آپ کے الطاف سے عیسیٰ بن مریم سورج کے ہم نفس ہو گئے، اور موسیٰ کی شمع آپ کی چمک سے نور حاصل کرتی ہے۔

احمد از قربِ تو لا احصی ثنا دارد بیان
حیدر آمد نعرہ زن ہر دم زِ جولانِ شما

آپ کے قرب کی وجہ سے احمد کی ثنا بیان سے باہر ہے، اور حیدر ہر دم آپ کے جلوہ گاہ میں نعرہ زن ہیں۔

با حسن انعام فرمودی ہلاہلِ جانگداز
شد حسین از سروری شاہِ شہیدانِ شما

آپ نے حسن کو جان گداز زہر انعام میں دیا، اور حسین اپنی سرداری سے آپ کے شہیدوں کے بادشاہ بن گئے۔

شمسِ تبریز از ہوا دارانِ توفیقاتِ تست
شاہِ منصور آمد از عشاقِ مستانِ شما

شمس تبریز آپ کی توفیقات کے ہواخواہوں میں سے ہیں، اور شاہ منصور آپ کے مستانہ عشاق میں سے آئے۔

صوفی و عطار و سرمد، شیخِ صنعان و جنید
جملگان سرخوش زِ جامِ لعلِ خندانِ شما

صوفی، عطار، سرمد، شیخ صنعان اور جنید، یہ سب آپ کے مسکراتے ہوئے لعل جیسے جام سے سرشار ہیں۔

بیدلِ مسکین کہ سیمایِ تو رشکِ زہرہ دید
ہمچو ہاروت است در چاہِ زنخدانِ شما

بیدلِ مسکین نے جب آپ کے چہرے کو زہرہ (سیارے) سے زیادہ حسین دیکھا، تو وہ آپ کی
ٹھوڑی کے کنویں میں ہاروت کی طرح قید ہو گیا۔

مقالہ: 8

مقالته الثامن فی تفسیر قوله تعالی: اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (سوره النور، آیت 35)

آٹھواں مقالہ: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں: ”اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اُس کے نور کی مثال ایسی طاق جیسی ہے جس میں چراغ ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس ایسا جیسے چمکتا ہوا ستارہ، جو ایک بابرکت زیتون کے درخت سے جلایا جاتا ہے، جو نہ مشرقی ہے اور نہ مغربی، جس کا تیل خود بخود چمکنے کے قریب ہے اگرچہ اُسے آگ نہ بھی چھوئے؛ یہ نور علیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے، اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔“ (سورۃ النور: 35)

خدا نورِ زمین و آسمان است
کزو روشن رخِ کون و مکان است

خدا زمین اور آسمان کا نور ہے، اور اسی سے کائنات کے ہر گوشے کا چہرہ روشن ہے۔

منور کرد با آدم جهان را

منور با ملائک آسمان را

اس نے حضرت آدم کے ذریعے جہان کو منور کیا، اور ملائکہ کے ذریعے آسمان کو منور بنایا۔

بکعبہ خاک را در ساخت مسرور
فلک را نور داد از بیتِ معمور

اس نے کعبہ کے ذریعے زمین کو خوشی بخشی، اور بیتِ معمور سے آسمان کو نور عطا کیا۔

زمین را پایہ از صورتگری داد
بعالم نور با چرخِ انوری داد

اس نے اپنی صورتگری سے زمین کو استحکام بخشا، اور عالمِ امکان کو روشن آسمان کے ساتھ نور عطا کیا۔

بعثتِ مرسلان این را چو بنواخت
با سری احمدی آنرا سر افراخت

جب اس نے انبیاء کی بعثت کے ذریعے اس [انسان] کو نوازا، تو احمدی راز کے ذریعے اس کا سر بلند کر دیا۔

ز نورِ قدرتِ انسانِ مثالی است
کہ او فانوسِ شمعِ لایزالی است

وہ نورِ قدرت سے انسانِ کامل کی مثال ہے، جو کہ ازلی اور کبھی نہ بجھنے والی شمع کا فانوس ہے۔

مثالِ صورتش مشکوۃِ خاکی است
درو پنہان زجاجِ صافناکی است

اس کی صورت کی مثال ایک خاکی طاق [مشکوۃ] کی سی ہے، جس کے اندر ایک صاف شفاف شیشہ [زجاج] پوشیدہ ہے۔

زجاجِ اندر سراجِ نورِ الحق
سراجش روشن از زیتونِ مطلق

اس شیشے کے اندر حق کے نور کا چراغ ہے، اور اس کا چراغ مطلق زیتون [کے تیل] سے روشن ہے۔

بود مصباحِ اسرارِ الہی
زجاجِ قلبِ پاکِ مردِ راہی

الہی اسرار کا چراغ، راہِ حق کے متلاشی پاک دل انسان کے قلب کے شیشے میں ہوتا ہے۔

ز مشکوۃ است با صدرتش اشارت
مثلِ نورہ چناں دارد عبارت

قرآن میں مشکوۃ [طاق] سے اشارہ اس کے سینے کی طرف ہے، اور نور کی مثال اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

اگرچہ ظاہراً صورت نشستہ

بباطن معنی اش زو باز رستہ

اگرچہ بظاہر وہ اپنی صورت میں بیٹھا ہوا ہے، لیکن اس کا باطنی معنی اس [ظاہری صورت] سے آزاد ہو چکا ہے۔

بحسبِ صورت ار خاک کیف است
بمعنی بین کہ آن نورِ لطیف است

اگر صورت کے اعتبار سے دیکھو تو وہ خاکِ نشیں [انسان] ہے، لیکن معنی کی نظر سے دیکھو تو وہ نورِ لطیف ہے۔

بلشتِ خاک شد بنشستگاہش
فرازِ عرشِ اعظم دستگاہش

ایک بالشت خاک [زمین] اس کی بیٹھنے کی جگہ بن گئی، لیکن اس کا دستگاہ [مقام] عرشِ اعظم کے اوپر ہے۔

خلیفہِ ایزد آمد تخت نشین شد
بنفذِ الامر با عالم قرین شد

وہ خدا کا خلیفہ ہو کر تخت نشین ہوا، اور حکمِ خداوندی کے نفاذ کے ذریعے عالم کے ساتھ جڑ گیا۔

کہ انا بشر ولی یُوحٰی بسویم
بظاہر مثلکم در گفتگویم

وہ کہتا ہے کہ میں بشر ہوں لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے، میں بظاہر تم جیسا ہوں اور تم سے گفتگو کرتا ہوں۔

بباطن با خدا خود ہم نشینم
ز تن بگریختہ با جان قرینم

لیکن باطن میں میں خود خدا کا ہم نشین ہوں، میں تن سے آزاد ہو کر جان کے ساتھ جڑ چکا ہوں۔

بگوشش ہر دم از پیکِ الہی
ہزاران گونہ پیغاماتِ شاہی

اس کے کان میں ہر لمحہ پیکِ الہی کی طرف سے شاہی پیغامات ہزاروں رنگوں میں پہنچتے ہیں۔

کہ ہو معکم صلائی زن بعالم
نوائی نحن اقرب کن در آدم

[وہ پیغام یہ ہے کہ] عالم میں "وہ تمہارے ساتھ ہے" کی پکار لگا، اور انسان کے اندر "ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں" کی نوا سنا۔

چو انسان مظہرِ لطفِ خدا شد
رخس آینہِ حسنِ صفا شد

جب انسان خدا کے لطف کا مظہر بن گیا، تو اس کا چہرہ حسن و صفا کا آئینہ بن گیا۔

مثالِ آدم آئینۂ ایزدی بود
کہ خلقِ او بشکلِ سرمدی بود

انسان کی مثال خدائی آئینے کی سی ہے، کیونکہ اس کی تخلیق ازلی اور سرمدی شکل پر ہوئی ہے۔

حکایت

عاشق شدن حضرت شاہ شرف بوعلی قلندر قدس اللہ سرہ العزیز برحسن بیچون کہ از جلباب ظہورہ بشری جلوہ گر گردید و بی سر شدن او چون شہیدان کربلا بسیف آن منظور نور صفا. مردار شود ہر آنکہ او را نکشتند.

حضرت شاہ شرف بوعلی قلندر (قدس اللہ سرہ العزیز) کا اُس حسنِ بے چون (بے مثل و مانن) پر عاشق ہونا، جو انسانی ظہور کے پردے سے جلوہ گر ہوا؛ اور اُس نورِ صفا کے دیدار کے لیے، شہیدانِ کربلا کی طرح تلوار کے ذریعے سر قلم کروانا۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ہر وہ شخص مردار ہے جسے اُس (عشقِ حقیقی) نے نہیں مارا۔

چوں سلطانِ معارف سرورِ دین
قلندر شاہِ مولا رہبرِ دین

جب معارف کے سلطان، دین کے سردار، قلندر اور مولا [علی] دین کے رہبر بنے۔

بمنظر مهوشی میداشتی میل
کہ باشد حسنِ بیچوں شاہِ ہر خیل

[وہ] ایسے حسین منظر کی طرف مائل تھے، جس کا حسن بے مثل اور ہر گروہ کا بادشاہ ہو۔

ولی قومِ بداندیشانِ بی باک
کہ ریختہ خونِ سبطِ پاک بر خاک

لیکن بداندیش اور بے باک قوم نے، پاک نواسے [امام حسین] کا خون زمین پر بہا دیا۔

چو از آلِ پیغمبر سر نہ پیچند
بچشمِ شان ذوی الارشاد ہمچند

جب وہ آلِ پیغمبر سے سرکشی نہیں کرتے، تو ان کی نظر میں ہدایت یافتہ لوگ برابر [ایک جیسے] ہیں۔

بحیدر پیش زین ذیشان چہ رفتہ
بباغِ کربلا گلہا شگفتہ

حضرت حیدر [علی] کے سامنے یہ صاحبِ شان [امام حسین] کس حال میں گئے، کہ کربلا کے باغ میں پھول کھل گئے۔

بحجتِ شرع بیدینان باہم
نمودند اتفاقِ قتلِ اعظم

دین سے دور لوگوں نے شرع کی آڑ میں، عظیم قتل کے لیے آپس میں اتفاق کر لیا۔

ولی زانجا کہ سطوتِ بادشاہی است
خصوصاً صدمتِ عزِّ الہی است

لیکن چونکہ وہاں بادشاہی شان تھی، اور خصوصاً الہی عزت کا صدمہ تھا۔

ہر آن منکر کہ بروی تیغ میزد
سرِ ناپاکِ او بریدہ می شد

ہر وہ منکر [کافر] جو آپ پر تلوار چلاتا، اس کا ناپاک سر کاٹ دیا جاتا تھا۔

بکف شمشیر می غلطید در خون
جہان حیران درین آثارِ بیچوں

تلوار ہاتھ میں لیے وہ خون میں غلطاں ہو جاتے، اور دنیا ان بے مثل آثار [کے مظاہرے] پر حیران تھی۔

غرض چوں نامد از شانِ کار بر سر
بقیہ در خجالت ماندہ مضطر

مطلب یہ کہ جب [دشمنوں کا] کوئی کام ان کی شان کے سامنے نہ آیا، تو باقی لوگ شرمندگی میں مضطرب رہ گئے۔

برایشان لطف فرمود آن جہاندار

کہ از تان کم شود ترتیبِ این کار

اس جہاندار [خدا یا امام] نے ان پر لطف و کرم فرمایا، تاکہ اس کام کی ترتیب [سختی] تم سے کم ہو جائے۔

مگر از دستِ منظور و فاکیش
شود خونریزیِ ایں خستہ درویش

شاید اس دلبر کی طرف سے، جس کی وفا کی امید ہے، اس تھکے ہوئے درویش کا خون بہایا جائے۔

بغیر از ضربِ شمشیرِ لقایش
نباشد قتلم اے جانم فدایش

اس کے دیدار کی تلوار کی ضرب کے سوا، میرا قتل نہ ہو؛ اے میری جان، میں اس پر قربان ہوں۔

با صلحِ آن قلندرِ بی سروپای
ببردند ایں سخن پیشِ آن دلارای

اس قلندرِ بے سروپا کی صلح کے ساتھ، یہ بات اس دلربا کے سامنے لے گئے۔

بحسبِ الحکمِ عاشقِ صادقِ خویش
بکف بگرفت تیغِ آن معرفت کیش

اس عاشقِ صادق نے اپنے حکم کے مطابق، معرفت کی اس تلوار کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

زمانِ اقتربت الساعۃ آمد
کہ انشق القمر زان ساحۃ آمد

وہ وقت آگیا کہ قیامت قریب ہے، اور اس میدان سے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا منظر ظاہر ہوا۔

ازاں سیفی سرِ شاہ و سرِ ماہ
جدا از تن شدہ صد آہ صد آہ

اس تلوار سے بادشاہ کا سر اور چاند [جیسا روشن چہرہ] جسم سے جدا ہو گئے، صد افسوس، صد افسوس۔

دو تن بودند جانی را مظاہر
وگرنہ جان بجاں گردید ماہر

وہ دو جسم ایک ہی جان کے مظہر تھے، ورنہ جان، جان کے ساتھ مل کر ماہر [یکجا] ہو جاتی۔

سری باید فدائے یار کردن
چو منصوری سری بردار کردن

یار کی راہ میں ایک سر کی قربانی ضروری ہے، جیسے منصور نے اپنا سر کٹوا کر قربان کیا۔

کسی کو ترکِ سر سازد برایش
نہد بر فرقِ دل تاجِ صفایش

جو شخص اس کے لیے اپنے سر [اپنی انا] کا ترک کر دیتا ہے، وہ اس کے دل کے اوپر اپنی پاکیزگی کا تاج رکھتا ہے۔

ہلا در عشق بازی ترکِ سر کن
بترکِ سر بسر گویش گذر کن

خبردار! عشق بازی میں اپنی انا کو چھوڑ دو، اور سر کی قربانی دے کر اس کی بارگاہ کی طرف گزر جاؤ۔

فنائی شو کہ بخشندت صفائی
فنائی شو کہ دہندت بقائی

فنا ہو جا تاکہ تجھے صفائی [باطنی پاکیزگی] عطا کی جائے، اور فنا ہو جا تاکہ تجھے ابدی بقا دی جائے۔

غزل

ہر کہ از عشقِ جان اثر دارد
دلِ خمیدہِ او خبر دارد

جس کو عشقِ جان سے اثر پہنچا ہو، اس کا شکستہ دل [اس راز کی] خبر رکھتا ہے۔

ہر کہ پامالِ آن سواری شد

لکداسبِ تاجِ سر دارد

جو اس سواری کے قدموں میں پامال ہوا، وہ سر پر عزت کا تاج رکھتا ہے۔

گشتہ تیغِ چشمِ قتالش
ہر زمانی سرِ دگر دارد

اس کی قاتل آنکھ کی تلوار چلنے سے، ہر لمحہ ایک نیا سر کٹتا ہے۔

ہر کہ از خود گریخت چوں مردان
بسر کوئے او گذر دارد

جو مردوں کی طرح اپنی ذات سے بھاگ گیا، وہ اس کی گلی سے گزر رکھتا ہے۔

دیدۂ وارستہ از ظلامِ وجود
بر رخِ روشنش نظر دارد

وہ آنکھ جو وجود کی تاریکی سے آزاد ہو چکی ہے، اس کے روشن چہرے پر نظر رکھتی ہے۔

روئے بنما کہ عاشقِ محزون
از دیارت سفر دارد

[اے محبوب!] اپنا چہرہ دکھا، کیونکہ یہ غمزدہ عاشق تیرے دیار سے سفر [کی تیاری] رکھتا ہے۔

مرغِ جان رہ برو سوئے چمنت

گر چہ طیارِ بال و پر دارد

اے مرغِ جان! اپنے محبوب کے چمن کی طرف راستہ لے، اگرچہ تو اڑنے کے لیے بال و پر رکھتا ہے۔

بیدلِ اکنون قلندرِ دوران
کہ شکراللّٰہ کہ راہبر دارد

بیدل اب زمانے کا قلندر ہے، کہ شکر ہے اللّٰہ کا، وہ [کامل] رہبر رکھتا ہے۔

مقالہ: 9

مقالته التاسع فی تفسیر الحدیث النبوی عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللّٰہ این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق قال فی عماء لا فوقه هواء ولا تحته هواء.

نواں مقالہ: اُس حدیثِ نبوی کی تفسیر میں جو ابی ذرؓ سے مروی ہے، کہ اُنہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللّٰہ ﷺ! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ 'عماء' (ایک ایسی گہرائی یا بادل جو نہ سمجھ میں آئے) میں تھا، جس کے اوپر کوئی ہوا نہ تھی اور نہ اُس کے نیچے کوئی ہوا تھی۔"

کسی پرسید کای شاہِ نبوت
درخشان اختر از برجِ صفت

کسی نے پوچھا: اے نبوت کے بادشاہ! اے صفت کے برج سے چمکنے والے ستارے

کجا بود ایزد از قبلِ ایں مکون
بگفتا در ہویت خود میقن

خدا اس کائنات کے بننے سے پہلے کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا: اپنی ذات [ہویت] میں یقین رکھ [کہ وہ تب بھی تھا]

عماً مضمونِ معلوماتِ پاک است

هویت معنیِ اثباتِ پاک است

عما [غیب الغیوب] ہی تمام معلومات کا پاک مضمون ہے، اور ہویت ہی اس کے پاک اثبات کا معنی ہے

غبارِ ابر میگویند علما
ولی او خود بود چیزی ز اشیا

علماء اسے "غبارِ ابر" کہتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ خود اشیاء میں سے کوئی چیز [مخلوق] نہ تھا

چو پیش از خلقِ اشیا بر گفتگو بود
غبارِ ابر خود چیزی خبر بود

چونکہ اشیاء کی تخلیق سے پہلے [اس کے بارے میں] گفتگو تھی، تو وہ "غبارِ ابر" خود ایک خبر [و علم] تھا

برمزِ صوفیانِ صافی و انور
بود ہاہوت معنیِ ایں مکرر

پاکیزہ اور منور صوفیاء کے رموز میں، اس کا بار بار ذکر ہونے والا معنی "ہاہوت" [مقامِ لامکانی] ہے

کہ یعنی بود ہو قائم بہاہوت
چہ ہاہوتی ثباتِ ذاتِ بیچوت

یعنی وہ "ہو" [ذات] ہاہوت میں قائم تھی، کیونکہ ہاہوت ہی اس ذاتِ بے چون [بے مثال] کا ثبات ہے

نگاری بود با خود عشقبازی
مبرا تر زِ ہر نازی نیازی

وہ ایک ایسا محبوب تھا جو اپنی ذات میں خود عشقبازی کر رہا تھا، اور ہر قسم کے ناز و نیاز سے بہت پاک و بلند تھا

نیاز خود بخود میداشت گردانشت
بہ پیشِ تیغِ خود خود را سپرد اشت

وہ اپنی نیاز کو خود ہی گردش میں رکھے ہوئے تھا، اور خود کو اپنی ہی تلوار کے سامنے سپرد کر رکھا تھا۔

نہ در بستانِ او غوغائے بلبل
نہ کس را حاصل از وی نکحتِ گل

نہ اس کے باغ میں بلبل کی چہچہاہٹ تھی، اور نہ ہی کسی کو اس سے پھولوں کی خوشبو حاصل ہوئی۔

چوکان اللہ فی اثباتِ ذاتہ
فما یزداد شیئاً من صفاتہ

جب اللہ اپنی ذات کے اثبات میں [موجود] ہے، تو اس کی صفات میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔

یکی بود و باحدیت سرفراز

نہ با ہیچکس پیدا نہ دمساز

وہ ایک ہی تھا اور وحدانیت کے ساتھ سرفراز تھا، نہ کسی کے ساتھ ظاہر تھا اور نہ ہی کسی کا ہم نشین۔

نہاں در خود عیاں بر خویشتن بود
دلش وارستہ از قیدِ فتن بود

وہ خود میں چھپا ہوا اور اپنی ذات پر عیاں تھا، اور اس کا دل فتنوں کی قید سے آزاد تھا۔

مکون لاکن از ہستی بی نیست
مثبت در وجودِ ہستی و نیست

وہ کائنات [مکون] نہیں ہے لیکن ہستی سے خالی بھی نہیں ہے، وہ ہستی اور عدم [نیست] دونوں کے وجود میں ثابت ہے۔

بہستیِ او خفی ہستیِ عالم
بدو پیوستہ پیوستیِ آدم

اس کی ہستی میں عالم کی ہستی پوشیدہ ہے، اور اس کے ساتھ آدم کی پیوستگی جڑی ہوئی ہے۔

ہمو بر صورتِ تفریدِ خود مست
ہمو از معنیِ توحیدِ خود مست

وہی اپنی تفرید [یکتائی] کی صورت پر مست ہے، اور وہی اپنی توحید کے معنی پر خود ہی مست ہے۔

ہوائے ہستیِ تکوین ازو دور
ظلامی دور تر زان جلوۂ نور

کائنات کی تخلیق کی ہوس اس سے بہت دور ہے، اور اس نور کے جلوے سے تاریکی [ظلامی] تو اس سے بھی کہیں زیادہ دور ہے۔

نہ نورش ہم توان گفتن کہ دانش
منزہ بود از وصفِ صفاتش

اس کے [مقام] کو نور بھی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ وہ اپنی صفات کے بیان سے بہت پاک اور منزہ ہے۔

حکایت

قیل و قالِ عالمِ ارواح با همدیگر، حتی قیلِ من (ارواح) انتقال، (که) انا انت.

عالمِ ارواح میں روحوں کا آپس میں قیل و قال (بحث و گفتگو) کرنا، یہاں تک کہ اس انتقال (عالمِ بالا سے دنیا کی طرف ہجرت) کے وقت بھی یہی صدا بلند ہوئی کہ: "میں ہی تو ہوں" (یعنی عاشق و معشوق کی حقیقت ایک ہی ہے)۔

چو خار از گل، شکر از نی جدا بود
کہ یعنی جان زِ تن نا مبتلا بود

جس طرح کانٹا پھول سے اور مٹھاس گنے سے الگ ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جان جسم سے الگ اور غیر وابستہ تھی۔

شدی با همدگر دستانِ زنِ ارواح
بلحنِ کیستیِ مطلق زِ اشباح

ارواح [کے آپس میں ملنے سے] دستانیں [نغمے] پیدا ہوئیں، اور اشباح [جسموں] سے "کون ہے" کی مطلق آواز آئی۔

بخود میگفت من تویم نہ دیگر
بلا فصلِ تحیر در تحیر

وہ خود سے کہہ رہا تھا کہ "میں ہی تو ہوں، کوئی اور نہیں"، بغیر کسی جدائی کے، حیرت در حیرت کے عالم میں۔

من و تویم دریں عالمِ تومائی
برون است از توسلِ ما جدائی

اس دنیا میں 'میں' اور 'تو' کا تصور موجود ہے، [لیکن حقیقت میں] ہماری پہنچ سے جدائی [کا تصور] باہر ہے۔

تکیف نیست ایں رمزِ نہان را
کہ در تفہیم آید ایں جہان را

اس پوشیدہ راز کی کوئی کیفیت نہیں ہے، کہ جسے اس دنیا میں سمجھایا جا سکے۔

چو در چوں رو نہاد آن یارِ بیچوں
من و تو شد معین گفتن اکنون

جب اس بے مثال یار نے "چوں" [کیفیت] میں قدم رکھا، تو اب "میں" اور "تو" کہنا معین ہو گیا ہے۔

ورائیِ ما و تو دیگر سخن نیست
کہ اینجا رسمِ رہ جز ما و من نیست

ہمارے اور تمہارے پرے کوئی اور بات نہیں، کیونکہ یہاں راہ کا دستور "میں" اور "تم" کے سوا کچھ نہیں۔

چو ایں مائی رود سوئے معادی
نماند زین منی یک ذرہ بادی

جب یہ "میں" [میری انا] معاد [خدا کی طرف واپسی] کی جانب چل پڑتی ہے، تو اس "میں" کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہتا۔

شود در ہستی او ہستیم گم
بماند طوطیِ ایں نطقِ اربکم

اس کی ہستی میں میری ہستی گم ہو جاتی ہے، اور پھر اس کے "اَرَبُّکُم" [یعنی: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں] والے کلام کا طوطا ہی باقی رہ جاتا ہے۔

اذا یغنی سوئے من بقاء
فیبقی وجہِ ربک بالفناء

جب وہ مجھے بقاء کی طرف لے جاتا ہے، تو فنا کے بعد صرف تیرے رب کی ذات ہی باقی رہ جاتی ہے۔

غزل

گر زِ رخ برقع افکند دلدار
دیدہ دل نور یابد از دیدار

اگر محبوب اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے، تو دل کی آنکھ اس کے دیدار سے نور پا لے گی۔

جامِ وحدت گرت بنوشانند
طالعِ خفتہ تو شود بیدار

اگر تجھے وحدت کا جام پلا دیں، تو تیری سوئی ہوئی قسمت بیدار ہو جائے گی۔

سینۂ تو کہ بس نہان تست
شود از عشق مخزنِ اسرار

تیرا سینہ، جس میں بہت کچھ پوشیدہ ہے، عشق کے ذریعے اسرار کا خزینہ بن جائے گا۔

دل چو صافی شود زِ آلایش
بود از حسنِ مطلعِ انوار

جب دل آلائشوں [گندگیوں] سے پاک ہو جائے، تو وہ حسن کے انوار کے طلوع ہونے کی جگہ بن جائے گا۔

نوش کن ساغرانہ تلالوِ عشق
عقل را زود تر فکن دیوار

عشق کی چمک کو ساغر کی طرح پی لے، اور عقل [کی رکاوٹ] کی دیوار کو جلد گرا دے۔

لمن الملک یار میپرسد
نفی شد و ہم ہست ہر اغیار

یار "لمن الملک" [بادشاہی کس کی ہے؟] پوچھتا ہے، تو غیروں کی نفی ہو گئی اور وہی باقی بچا۔

باز بیدل بخود نمود الہام
حرفِ للہ واحدِ القہار

بیدل پر دوبارہ خود بخود الہام ہوا، "للّٰہ واحدِ القہار" کا حرف [باقی رہا]۔

مقالہ: 10

مقالته العاشر فی معنی قول امیرالمومنین کرم اللّٰه وجهه انه قال عرفت ربی بفسخ العزایم۔

دسواں مقالہ: امیر المومنین علی ابن ابی طالب (کرم اللّٰہ وجہہ الکریم) کے اس قول کے معنی میں کہ آپ نے فرمایا: "میں نے اپنے رب کو اپنے عزموں (ارادوں) کے ٹوٹ جانے سے پہچانا۔"

گرت باید گرفتن دامنِ دل
بچین خارِ دویی از گلشنِ دل

اگر تم اپنے دل کا دامن تھامنا چاہتے ہو، تو اپنے دل کے گلشن سے 'دوئی' (غیر اللّٰہ اور غیر حقیقی انا) کے کانٹوں کو چن کر باہر پھینک دو۔

اشارتِ منِ عرفِ نفسہ بکن گوش
برغمِ عزمِ دشمن، دین ہمیکوش

میرے اس اشارے کو کان لگا کر سنو کہ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"، لہٰذا دشمن (نفسِ امارہ) کے عزائم کے باوجود اپنے دین کی کوشش میں لگے رہو۔

شناس این مدعی را تا سروپائی
گرت مہدی شود، افتد در اغوای

اس دعویٰ کرنے والے کو سر سے پاؤں تک خوب پرکھ لو، کیونکہ اگر وہ خود کو مہدی (ہادی) بھی کہے، تب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں گمراہی میں ڈال دے۔

مرو در عقبِ این فرمانِ روائی
کہ از وصلِ حقت سازد جدائی

ایسے حکمرانی کرنے والے یا خود ساختہ پیشوا کے پیچھے ہرگز نہ چلنا، کیونکہ یہ تمہیں تمہارے حق (حقیقی معبود) کے وصال سے دور کر کے جدائی میں مبتلا کر دے گا۔

جوانمردان کہ بر منزل رسیدند
بعکسِ رہبریِ او رہ گزیدند

جو جوانمرد اپنی منزلِ مقصود تک پہنچے، انہوں نے اس کے بتائے ہوئے راستے کے بالکل برعکس راستہ اختیار کیا تھا۔

گرت فرمان دہد با کوششِ دین
بود تلبیسِ او با چشمِ حق بین

اگر وہ دین کی کوشش کا حکم بھی دے، تب بھی اس کا یہ عمل فریب اور دکھاوا ہے، جسے صرف بصیرت والی آنکھ ہی پہچان سکتی ہے۔

بود صوفی کسی کو را کند زیر
نہ کو بر حسبِ فرمانش کند سیر

صوفی (حقیقی عارف) وہی ہے جو اپنے نفس کو زیر کر لے اور قابو میں رکھے، نہ کہ وہ جو اپنے نفس کے حکم اور خواہشات کے تابع ہو کر چلے۔

بود اعدا عدوک وصفِ اوزان
کہ بر صلحِت نماید جنگ ارزان

نفس کی دشمنی اس قدر شدید ہے کہ وہ تمہارے ساتھ صلح کا دکھاوا کر کے تمہیں جنگ (باطنی کشمکش) سے غافل کرنا چاہتا ہے (تاکہ تم اسے کمزور سمجھ کر اس سے لڑنا چھوڑ دو)۔

ہرآن دشمن کہ باوی صلح سازی
بتاجِ طاعتت او را نوازی

جو بھی دشمن (نفس) ہے، اگر تم اس کے ساتھ صلح کر لو گے اور اسے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا تاج پہنا کر نوازو گے (یعنی اس کی خواہشات مانو گے)۔

شود ہمرازِ تو الا کہ شیطان
زند راہِ تو وقتِ صلح چندان

تو وہ تمہارا ہمراز بن جائے گا، اور سوائے شیطان کے اور کوئی نہیں ہوگا جو اس صلح کے وقت میں تمہاری راہ (راہِ حق) کو بری طرح مسدود کر دے گا۔

بکش او را کہ غیر از کشتنِ او
نباشی رستہ از مکر و فنِ او

لہٰذا اس نفس کو مار ڈالو (یعنی اس کی خواہشات کا گلا گھونٹ دو)، کیونکہ اسے قتل کیے بغیر تم اس کے مکر و فریب اور چالاکیوں سے کبھی نجات نہیں پا سکتے۔

حکایت

یافتن شیخ جنید بغدادی سرِ رشتۂ مقصودِ دل از انعکاسِ نیتِ عدوِ انسانی

شیخ جنید بغدادی کا دل کے مقصود کی رسی کا سرا، ایک انسان دشمن (عدوِ انسانی) کی نیت کے انعکاس سے پا لینا۔

چنین گویند آگاہانِ ارشاد
کہ در کشتی جنیدی بود استاد

ارشاد کے واقف کار (اہلِ بصیرت) ایسا بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک کشتی میں سوار تھے۔

کسی پیشش مہم مشکل آورد
کہ افلاسم گرانی بر دل آورد

کسی نے آپ کے سامنے ایک مشکل مسئلہ پیش کیا اور کہا کہ "تنگدستی اور مفلسی نے میرے دل پر بہت بوجھ ڈال رکھا ہے۔"

بنادم دستگیری ای نیک کردار
کہ در ماندم ز عسرت زیر صدبار

(اس شخص نے عرض کیا:) "اے نیک کردار شخصیت! میری دستگیری فرمائیں کیونکہ میں تنگدستی اور مفلسی کی وجہ سے سینکڑوں بار دبا ہوا (پریشان) ہوں۔"

جنیدش گفت فردا پیش سلطان
بعزمِ کشتی آئی سویم شتابان

حضرت جنید نے اسے فرمایا: "کل تم سلطان کے پاس جانے کے ارادہ سے کشتی میں سوار ہو کر تیزی سے میری طرف آنا۔"

تو در گیری مرا چون تنگ در بر
نہم چون خاک زیرِ پایِ تو سر

"جب تم مجھے آ کر گلے لگاؤ گے، تو میں (تمہاری عزتِ نفس کے لیے) اپنے سر کو تمہارے پاؤں کی خاک کی طرح نیچے رکھ دوں گا۔"

تو بر من غالب آئی پیشِ عالم
دہد خلعت ترا سلطانِ جہانم

"اس طرح تم سب لوگوں کے سامنے مجھ پر غالب آ جاؤ گے، اور تمہیں جہان کا سلطان (اللہ تعالیٰ) خلعت عطا فرمائے گا۔"

جہان ہم موجبِ توفیقِ باری
کند نقدی بفرقِ تو نثاری

"اور یہ دنیا خود باری تعالیٰ کی توفیق کا ذریعہ بن جائے گی، اور تمہارے سر پر نقد (خزانے یا فضل) نچھاور کرے گی۔"

شود زو دفعِ این دردت بحالی
شوی آسودہ دل با نقد و مالی

اس سے تمہاری یہ (تنگدستی کی) تکلیف دور ہو جائے گی اور تم نقد و مال (باطنی و ظاہری وسعت) کے ساتھ آسودہ دل ہو جاؤ گے۔

بہ پیمانِ طلبگارِ خداوند
دلِ مسکین بشد شادان و خورسند

خدا کو طلب کرنے والے (عارف) کے عہد و پیمان سے، اس مسکین کا دل خوش اور مطمئن ہو گیا۔

بفرداری در میدانِ نہادہ
زبان در کشتی باشہ کشادہ

اس نے میدانِ عمل میں قدم رکھا (اور حکم کے مطابق) کشتی میں اپنی زبان کو کشادہ (رازِ دل کہنے کے لیے آزاد) کیا۔

اشارت کرد شہ سوئی جنیدش
ببار آمد سرِ شاخِ امیدش

بادشاہ (یا مرشد) نے حضرت جنید کی طرف اشارہ کیا، تو اس کی امیدوں کی شاخ پر پھل آ گئے۔

بکشتی بر گرفت آن مفلسش باز
بیکروزُش فتاد آن واقفِ راز

اس نے اس مفلس کو دوبارہ کشتی میں بٹھایا، اور اس دن وہ (فقیر) اس راز سے واقف ہو گیا۔

چو کاری برخلافِ نفس کردہ
خدایش مخزنِ معنی سپردہ

جب تم اپنے نفس کی خواہشات کے برخلاف کوئی کام کرتے ہو، تو خدا اس (دل) کو اپنے معانی کا خزانہ سونپ دیتا ہے۔

چو پشتش باز مین ہم‌دوش گردید
بشاہدِ راز ہم آغوش گردید

جب (نفس کی) پشت مڑ جاتی ہے (یعنی جب نفس تابع ہو جاتا ہے) اور انسان روحانی طور پر ہم‌دوشِ حق ہو جاتا ہے، تو وہ (عارف) رازِ الٰہی کے مشاہدے سے ہم آغوش ہو جاتا ہے۔

ز خود بگذر کہ تا یابی خدا را
فنا شو تا بخود بینی بقا را

اپنے 'آپ' (یعنی اپنی انا) سے گزر جاؤ تاکہ تم خدا کو پا سکو، اور فنا ہو جاؤ تاکہ اپنے اندر بقائے الٰہی کا مشاہدہ کر سکو۔

غزل

بیا بیا کہ بَسَر من فتادہ سودایت
بیا کہ تا بنہم سر بشوق بر پایت

آؤ، آؤ کہ میرے سر میں تمہاری محبت کا سودا (دیوانگی) سما گیا ہے؛ آؤ تا کہ میں شوق سے تمہارے قدموں میں سر رکھ دوں۔

دلم چرا بسوئی بادِ صبح دارد گوش
کہ یافت نکہت از گیسو عطر سایت

میرا دل صبح کی ہوا کی طرف کیوں کان لگائے ہوئے ہے؟ اس لیے کہ اس نے تمہارے عطر فشاں گیسوؤں (بالوں) سے خوشبو پائی ہے۔

بآبِ حسرت اوراقِ فرح خواہم شست
کہ لوحِ نہ رقم یافت از تولایت

میں خوشی کے اوراق کو حسرت کے پانی سے دھو ڈالوں گا، کیونکہ میری قسمت کی لوح پر تمہاری محبت (ولایت) کا نقش ثبت ہو چکا ہے۔

چو شمع سوزد گدازم شد از غمت حاصل
در آرزویِ رخِ صبحِ مہر پیرایت

تمہارے غم میں میرا حال شمع کی طرح جلنا اور پگھلنا ہے، اور میں تمہارے سورج جیسے روشن چہرے کی آرزو میں ہوں۔

ہزار حسرت زان ناامیدی و حرمان
ہزار رحمت بر خلقِ راحت‌افزایت

اس ناامیدی اور محرومی کی وجہ سے ہزاروں حسرتیں ہیں، جبکہ تمہاری راحت پہنچانے والی ذات پر خلق (لوگوں) کی طرف سے ہزاروں رحمتیں ہوں۔

مگر تو بادیۂ بیکرانیِ ہجران
کہ آگہی نشدم از فراغِ تنہایت

مگر تم (اے محبوب) ہجر کے بے کنار صحرا کی مانند ہو، کہ مجھے تمہاری تنہائی کی جدائی کا علم ہی نہ ہو سکا۔

اگر بہ بسملِ بیدل ترا رضا باشد
بیا بیا کہ پذیرا شدم بہر رایت

اگر تیرے اس "بیدل" کے قتل ہونے میں تیری رضا ہے، تو آ جا، آ جا کہ میں تیرے آنے کے لیے (قربان ہونے کو) تیار ہوں۔

مقالہ: 11

مقاله یازدهم: در تنبیه غافلان و تادیب جاهلان و تفسیر آیه کریمه ان اللّٰه مع الصابرین

گیارہواں مقالہ: غافلوں کو تنبیہ کرنے، جاہلوں کی تادیب (اصلاح) کرنے، اور اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں کہ: "بے شک اللّٰہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

دلا تا چند محرومِ از صفائی
کنی با ہر کدورت آشنائی

اے دل! کب تک تو پاکیزگی (باطنی صفائی) سے محروم رہے گا اور ہر (دنیاوی) کثافت و کدورت سے دوستی کرتا رہے گا؟

نشاید با لباسِ آدمیت
کنی تقریب با لفظ انیت

آدمیت کے لباس میں رہتے ہوئے یہ زیب نہیں دیتا کہ تو 'انیت' (میں، خودی اور انا پرستی) کے الفاظ سے قربت پیدا کرے۔

برون آر ز ہوس ہایِ یگانہ
بزن تیری کہ آید بر نشانہ

اپنے دل سے ان تمام خواہشات کو باہر نکال پھینک، اور (معرفت کا) وہ تیر چلا جو ٹھیک نشانے پر لگے۔

مکن در خوابِ غفلت عمر صرف
بشو اوراقِ نحو، منطق و صرف

اپنی عمر غفلت کی نیند میں ضائع نہ کر؛ نحو، منطق اور صرف کے کتابی علم (ظاہری علوم) کے اوراق کو دھو ڈال (یعنی صرف ظاہری علوم پر اکتفا نہ کر)۔

بیاموز از علومِ قربِ حرفی
بفہم این لفظ را معنیِ شکرنی

اس کے بجائے قربِ الہیٰ کے علوم سیکھ اور اس لفظ (جو تو نے پڑھا ہے) کی اصلی حقیقت اور شکر گزاری کے معنی کو سمجھ۔

مؤدب شو سرِ افسانہ مکشائی
رخِ اسرار با ہر عام منمائی

ادب اختیار کر، (رازوں کے) افسانے کو عام نہ کر اور ہر عامی شخص کے سامنے اسرارِ الہیٰ کا چہرہ بے نقاب نہ کر۔

خدا داند کہ گر باشی سخن سنج
بجائی گنج یابی مارِ صد رنج

خدا جانتا ہے کہ اگر تم بہت زیادہ سخن سنج (باتوں کو تولنے والے یا بحث کرنے والے) بنو گے، تو گنج (خزانہ) کی جگہ تمہیں سو طرح کے رنج و غم کا سانپ ملے گا۔

مکن بر شیخیِ خود تکیہ بے سود
کزان سود نخواہی دید بہبود

اپنی شیخی (خود نمائی) پر بے سود تکیہ نہ کرو، کیونکہ اس سے تمہیں کوئی بہتری یا فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

لبِ خود بند بکشا عقدۂ دل
مکن برخود چنین آسان مشکل

اپنے لبوں کو بند رکھو اور دل کی گرہ کھولو، اپنے لیے اس طرح (باتونی پن سے) مشکل کام کو آسان مت سمجھو۔

چو قربِ حق بود با بے زبانان
مشو با ہر زکی افسانہ خوانان

چونکہ حق کا قرب خاموش لوگوں (بے زبانوں) کے ساتھ ہے، اس لیے ہر چالاک شخص کے سامنے افسانے مت بیان کرو۔

زبان بر بند تا آید پدیدار
نوائی بے زبانی از لبِ یار

اپنی زبان پر بند لگاؤ تاکہ یار (خدا) کے لبوں سے بے زبانی کی گونج (روحانی آواز) ظاہر ہو۔

لسانِ حق نہ شو سر بسر گوش
شنو الہامِ دل میباش خاموش

حق کی زبان مت بنو بلکہ سراپا گوش بن جاؤ، دل کا الہام سنو اور (ظاہری باتوں سے) خاموش رہو۔

حکایت

شاهزاده بی زبان وحیله کردن شاه اورا بنطق و بشکار بردن و به تیرزدن چابکی مرغک گو یار او اشارت نمودن ان ابکم بسزای مکافات نغمه پردازی او صبر تلخ است و لیکن بر شیرین دارد.

ایک گونگے شہزادے کا قصہ، اور بادشاہ کا اُسے (حیلے سے) بولنے پر آمادہ کرنا، اُسے شکار پر لے جانا اور اُس کی چابک دستی سے تیر مارنے کے عمل کے دوران، اُس کے "گویا یار" (بولنے والے محبوب) کی طرف اشارہ کرنا۔ اُس گونگے (ابکم) نے اُس نغمہ پردازی کے بدلے میں جو مکافات پائی، وہ (سمجھ گیا کہ) صبر بظاہر تلخ ہے، لیکن اُس کا پھل بہت شیریں ہوتا ہے۔

یکی شاہزادہ از درویش پرسید
کہ عرفان چیست ای گنجینہ توحید

ایک شہزادے نے درویش سے پوچھا کہ اے توحید کے خزانے! عرفان کیا چیز ہے؟

بگفتا بی زبان بودن مدامی
کہ باشد قربِ قربِ جانان لا کلامی

درویش نے کہا کہ ہمیشہ بے زبان (خاموش) رہنا ہی عرفان ہے، کیونکہ محبوب کے قرب کا حاصل کلام (گفتگو) سے پاک ہونا ہے۔

ملکزاده زبان را بست برخویش
ملک حیران شد از کارِ آن نکوکیش

شہزادے نے اپنی زبان بند کر لی (اور خاموش ہو گیا)، اور وہ نیک سیرت درویش کے اس عمل سے حیران رہ گیا۔

ہزاران حیلہ کردش تا زند دم
بشد چون بلبلِ تصویر ابکم

(شہزادے نے) اسے بولنے پر آمادہ کرنے کے لیے ہزار حیلے کیے، مگر وہ تصویر کے بلبل کی طرح گونگا (خاموش) رہا۔

در آخر برد او را در بیابان
بعزمِ سیرِ صید افگن بخاصان

آخرکار وہ (شہزادہ) اسے بیابان میں لے گیا، اس ارادے کے ساتھ کہ شکار کی سیر (کے دوران درویش کو بولنے پر) مجبور کرے۔

بیک ناگاہ مرغی کرد آواز
بخاک انداخت او را ناؤک انداز

اچانک ایک پرندے نے آواز نکالی، تو اس تیر انداز (درویش) نے اسے (پرندے کو) زمین پر گرا دیا۔

بخندید آنزمان شہزادہ در حال
بگفتا کردت آوازِ تو پامال

اس وقت شہزادہ فوراً مسکرایا اور بولا کہ تمہاری اس آواز نے ہی تمہیں برباد (پامال) کر دیا ہے۔

اگر لب بستہ بودی چون من ای یار
نگشتی با چنین محنت گرفتار

اے یار! اگر تم میری طرح لب بستہ (خاموش) رہتے تو اس طرح کی مصیبت میں گرفتار نہ ہوتے۔

خوش آن مرغی کہ لب خود بستہ دارد
وگرنہ بال و پر بشکستہ دارد

خوش قسمت ہے وہ پرندہ جو اپنی چونچ (لب) بند رکھتا ہے، ورنہ (بولنے کی وجہ سے) اسے بال و پر ٹوٹنے کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔

ز خوش لحنیِ زبانِ خود بستہ میدار
رہِ صبر و صفا پیوستہ میدار

اپنی خوش الحان (خوش گفتار) زبان کو بند رکھو اور صبر و صفائی کے راستے پر ہمیشہ گامزن رہو۔

مشو افریدهِ زیبایِ سخنِ خویش
رخ آور در رهِ رنج و محنِ خویش

اپنی باتوں کی خوبصورتی کے فریب میں مت آؤ، بلکہ اپنی (باطنی) تکلیف اور مشقت کے راستے پر توجہ کرو۔

سخن کوتاه کن و از خود برون آئی
بناخنِ صبر عقدِ فکر بکشائی

اپنی گفتگو مختصر کرو اور اپنی انا (خود) سے باہر نکلو، تاکہ صبر کے ناخن سے اپنی فکر کی الجھنوں (عقدوں) کو کھول سکو۔

غزل

گر مردِ راه و صادقی از خویشتن بیگانه شو
در رهِ نورِ دو عاشقی سر در پیِ جانانه شو

اگر تم راہِ حق کے مسافر اور سچے ہو تو خود سے (اپنی انا سے) بیگانہ ہو جاؤ؛ دوئی (غیر اللّٰہ) کے نور میں عاشق بن کر اپنے محبوب (جانانہ) کے پیچھے سرگرداں ہو جاؤ۔

نامِ تو آدم کرده اند گنجِ دلت بسپرده اند
بهت چہ چیز آورده اند آخر بجان ہمخانہ شو

انہوں نے تمہارا نام 'آدم' رکھا ہے اور تمہارے دل میں (معرفت کا) خزانہ ودیعت کیا ہے؛ آخر وہ تمہارے لیے کیا کیا نعمتیں لائے ہیں، (اب ان نعمتوں کا قدردان بن کر) اپنی جان کو اس ہمخانے (خدا کی بارگاہ) کا حصہ بنا لو۔

افلاک فرمانَت برند املاک در پایت سرند
دلہا بجانت میخرند ای بی‌خبر ای فرزانہ شو

(اگر تم حق شناس بن جاؤ تو) افلاک تمہارے فرمانبردار ہو جائیں گے اور زمین و جائیداد (دنیا) تمہارے قدموں میں ڈھیر ہو جائے گی؛ وہ تمہاری جان کے بدلے دل خرید رہے ہیں، اے بے خبر! اب ہوش میں آ اور فرزانہ (عقل مند) بن جا۔

حسنِ جہان آرا بہ وصفِ بیان افزا بہ بین
مہرِ آئینہ دلہا بہ بین از خود گذر دیوانہ شو

جہان کو سجانے والے حسن کو بیان کی وسعتوں میں دیکھو؛ دلوں کے آئینے میں موجود اس مہر (سورج) کو دیکھو، اپنی انا سے گزر جاؤ اور دیوانے ہو جاؤ۔

پروانہ ات گشتہ جہان اے شمعِ بزمِ بے نشان
فانوسِ سوز و شو عیان روشنگرِ کاشانہ شو

اے بزمِ بے نشان کی شمع! جہان تمہارا پروانہ بن چکا ہے؛ سوز (محبت) کا فانوس بن جاؤ اور ظاہر ہو کر (اپنی حقیقت سے) ویرانے کو روشن کرنے والے ہو جاؤ۔

سوئی خراباتی برو نغماتِ مشتاقی شنو
از ساغرِ صہبائیِ نو مستانہ شو مستانہ شو

خرابات (عاشقوں کی بستی) کی طرف جاؤ اور شوق و مستی کے نغمے سنو؛ نئی مے (عرفان) کے ساغر سے مست ہو جاؤ اور مکمل مست ہو جاؤ۔

گر یار رخ سازد گلی خود را تو سازی بلبلی
ور اوست شمعِ محفلی بیدل برو پروانہ شو

اگر یار اپنا رخ (گلزار) بنائے تو تم خود کو بلبل بنا لو؛ اور اگر وہ کسی محفل کی شمع ہو تو اے بیدل! تم جاؤ اور پروانہ بن جاؤ۔

در وصفِ وسعتِ آبادِ جنتِ معاد، نزهتِ بنیادیِ لهری که مظهرِ آثارِ کمالِ بی‌زوال است و مطلعِ انوارِ جمال، با کمالِ حُرّیّتِ سِها اللہ عن الحوادث.

جنتِ ثانی (آخرت کی جنت جیسی) آباد اور وسیع سرزمین یعنی پاکیزہ بنیادوں والے شہر 'لوہری' (روہڑی) کی تعریف و وصف میں؛ جو (شہر) اللہ کی بے زوال کمالِ قدرت کا مظہر اور اس کے حسن و جمال کے انوار کا مطلع (طلوع ہونے کی جگہ) ہے، اور (دعا ہے کہ یہ شہر) اپنی پوری آزادی اور شان کے ساتھ حادثات و آفات سے اللہ کی پناہ میں رہے (یا اللہ اسے زمانے کے حوادث سے محفوظ رکھے)۔

زہی لہری کہ چون جناتِ عدن است
سراپا مجمعِ آرام و امن است

کیا ہی خوب ہے 'لہری' (روہڑی) جو جنتِ عدن کی مانند ہے، یہ سرتاپا امن اور سکون کا مرکز ہے۔

زیارتگاہِ ہر روشن ضمیری
دلیلِ راہِ ہر جانِ منیری

یہ ہر روشن ضمیر انسان کی زیارت گاہ ہے اور ہر منور روح کے لیے ہدایت کا راستہ ہے۔

ز آبستانِ شمالش تازہ و تر
ز کوہستانِ جنوبش صافِ انور

اس کے شمال کا پانی تازہ اور تروتازہ ہے، اور اس کا جنوبی پہاڑی سلسلہ صاف اور روشن ہے۔

ز ریگستان بود شرقش مصفا
ز باغستان شده غربش مطرا

اس کا مشرقی حصہ ریگستان کی وجہ سے صاف و شفاف ہے، اور اس کا مغربی حصہ باغوں سے سرسبز و شاداب (تر و تازہ) ہے۔

درو گشتہ ظہورِ نورِ احمد
بروزِ شمعِ آثارِ محمد

اس میں نورِ احمدی کا ظہور ہوا ہے، اور یہ محمدی آثار کی شمع روشن ہونے کا مقام ہے۔

بدان سرمایۂ سرِ خطِ این خاک
معین شد مطافِ اہلِ افلاک

اس خاک (زمین) کی پیشانی کے اسی سرمائے (یعنی اس برگزیدہ ہستی یا مقدس مقام) کی بدولت، آسمان والوں (فرشتوں) کے طواف کی جگہ مقرر ہوئی۔

بخاک درگہش ہر راز دانی
فتادہ با ادب بر آستانی

اس کے دربار کی خاک پر ہر صاحبِ راز شخص، نہایت ادب کے ساتھ آستانے پر جھکا ہوا ہے۔

چہ دولت یافت این خاکِ مکرم

کہ شد فوارہ نورِ معظم

اس پاکیزہ زمین نے کیا ہی عظیم دولت پائی ہے کہ یہ نورِ معظم (عظیم روشنی) کا چشمہ بن گئی ہے۔

بعظمتِ او فلک پشتِ دوتا شد
ملک بر آستانش جانفدا شد

اس (مقام) کی عظمت کے سامنے آسمان کا قد خمیدہ (جھکا ہوا) ہو گیا ہے اور ملک (فرشتے یا حکمران) اس کے آستانے پر اپنی جان نثار کرنے والے بن گئے ہیں۔

ورائیِ آن جنابِ فیض بخشی
بہر جا مرقدِ مردانِ یکتائی

اس فیض بخشنے والی بارگاہ (یا عظیم ہستی) کے علاوہ بھی، ہر اس جگہ جہاں (اللہ کے) یکتا اور برگزیدہ بندوں کے مزارات (یا آرام گاہیں) ہیں.

فروغِ آن شمس و نورِ آن کواکب
نمود این خانہ را روشن لبالب

اس سورج (صاحبِ مزار) کی چمک اور ان ستاروں (دیگر اولیاء) کے نور نے اس گھر (مزار) کو لبریز روشنی سے روشن کر دیا ہے۔

بہنگامِ تماشائے آن مزارات
تحرک میرسد با قلبِ اموات

ان مزارات کے دیدار کے وقت، مردہ دلوں کو بھی (روحانی) حرکت اور حیات حاصل ہوتی ہے۔

بہرِ اکنافِ او چندین نظارہ
ہزاران گونہ عشرت را اشارہ

اس (مقام) کے اطراف کے نظارے بے شمار ہیں، جو ہزاروں قسم کی روحانی خوشیوں (عشرت) کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

درو درگاہِ عالی را اساسی
سزد گرد خوانمش یثرب لباسی

اس میں ایک عالی شان درگاہ کی بنیاد ہے، جسے یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ 'یثرب' (مدینہ منورہ) کا لباس (نسبت) اوڑھے ہوئے ہے۔

ز ہر اطرافِ این دیرِ خرابات
رجالِ اللہ رسند از رفعِ آیات

اس دیرِ خرابات (مقامِ عرفان) کے ہر طرف سے، آیاتِ الٰہی کی بلندی (اور فیض) کی وجہ سے اللہ والے (رجال اللہ) پہنچتے ہیں۔

ہمہ صاحبدلانِ باصفا را
بود روئی ارادت سوئی این جا

تمام باصفا اور صاحبدل لوگوں کا رخِ ارادت اسی جگہ کی طرف ہے۔

مگر ایں بلده بیتِ العتیق است
کہ جائی طوفِ مردانِ طریق است

مگر یہ شہر 'بیت العتیق' (پرانا اور متبرک گھر/خانہ کعبہ) کی طرح ہے، کیونکہ یہ راہِ سلوک کے مسافروں (مردانِ طریق) کے طواف کرنے کی جگہ ہے۔

وگر پرسی ز حالِ ساکنانش
سراسر جمع خاطر در امانش

اگر تم اس (مقام) کے مکینوں کے حال کے بارے میں پوچھو، تو وہ مکمل طور پر اطمینانِ قلب کے ساتھ اس کی پناہ میں ہیں۔

ز حسنِ مظہری ہر جاش غلغل
بہر جا گل بہر جا شورِ بلبل

اس کے حسنِ مظہری کی وجہ سے ہر جگہ ہنگامہ ہے؛ کہیں پھول (کھلے ہیں) تو کہیں بلبل کا شور ہے۔

پریرویان بزورِ ہائے خوبی
مجلا رخ بہ تصفیۃ القلوبی

خوبصورتی کے زور سے پری چہرہ لوگ، دلوں کی صفائی کے ساتھ اپنے چہروں کو منور کیے ہوئے ہیں۔

خرامان چو کبکِ نازک خرامِ
دادہ صلائی با یحیی العظامی

وہ نازک خرام (چلنے والے) تیتر کی طرح مٹکتے ہوئے، 'یحیی العظامی' (عظیم ہستی) کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

شکر گفتار گلرخسارِ خوشخوئی
صفا کردار کم آزار مہ روئی

وہ شیریں گفتار، گل رخسار، خوش خلق، پاکیزہ کردار، کم آزار اور چاند جیسے چہرے والے ہیں۔

بہ نیکوئی ز نیکویانِ عالم
ربودہ کویِ سبقت بے تکلم

نیکی میں، انہوں نے بغیر کسی کلام کے دنیا کے نیک لوگوں سے سبقت لے لی ہے۔

برخ غلمان خجل از روی ایشان
دگر خود حور مست از بوی ایشان

ان کے چہروں کو دیکھ کر غلمان (جنت کے لڑکے) شرمندہ ہیں، اور حوریں تو ان کی خوشبو سے ہی مست ہیں۔

کمانِ ابرو بدست و تیرِ مژگاں
زہر ناوک دلِ خستہ ہزاراں

محبوب کی ابرو کمان کی طرح تنی ہوئی ہے اور اس کی پلکیں تیروں کی مانند ہیں؛ اس کے ان تیروں نے ہزاروں زخمی دلوں کو زہر آلود کر دیا ہے۔

دو چشمِ ایشاں مگر چوں تیغ و خنجر
ہزاراں عاشقا را کرد بی سر

محبوب کی دو آنکھیں گویا تلوار اور خنجر ہیں، جنہوں نے ہزاروں عاشقوں کو سر کٹا کر فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

بغمزہ و ناز، دادہ درسِ تنبیہ
بہندستانیان از روئِ تمویہ

محبوب نے اپنی غمزہ اور ناز کی اداؤں سے، دھوکے اور فریب کے انداز میں، ہندوستان والوں کو تنبیہ (بیدار ہونے) کا سبق دیا ہے۔

بترکان، دادہ سبقِ دلربائی
یزد باہلِ تعلیمِ وفائی

ترکوں (جو اپنی خوبصورتی کے لیے مشہور تھے) کو محبوب نے دلربائی کا سبق سکھایا ہے، اور اہلِ وفاداری کو وفاداری کی تعلیم دی ہے۔

ہمو حسنِ خدا دادہ، ہمو ناز
ہمو گفتارِ شیریں، مخزنِ راز

وہی خدا کا دیا ہوا حسن ہے، وہی ناز ہے، وہی شیریں گفتگو ہے اور وہی اسرارِ الٰہی کا خزینہ ہے۔

بعشو آہو، بدام آرند در دم
کرشمہ آنہا برو از وحشیان رم

محبوب ہرن کی آنکھوں سے عاشقوں کو ایک لمحے میں اپنے دامِ محبت میں پھنسا لیتا ہے، اور اس کے کرشمے دیکھ کر وحشی بھی دور بھاگتے (یا سہم جاتے) ہیں۔

دلِ صاحبِ نظر در پی دوانند
کہ باغِ سینہ را سروِ روانند

صاحبِ نظر (اہلِ دل) کا دل ان کے پیچھے بھاگتا ہے، کیونکہ وہ (محبوب) ان کے سینے کے باغ میں ایک رواں دواں سرو کی مانند ہیں۔ (یعنی محبوب ہی قلبِ سالک کا محور اور اس کے باطن کا سکون ہے)۔

اگر چوں مہ سریع السیر باشند
چہ خور برگردان ہر شیر باشند

اگر وہ چاند کی طرح تیز رفتار ہوں، تو وہ ہر شیر کو پلٹا دینے والے سورج (کے مانند) ہیں۔

وگر قائم شوند از رہ روی باز
قیامت را دہند از شورش آواز

اور اگر وہ راہِ سلوک پر (اپنی روحانی کیفیت میں) قائم ہو جائیں، تو اپنے وجد و شور سے قیامت برپا کر دیں۔

وگر در جلسہ آیند از تلطف
نشانند آتشِ اربابِ تکلیف

اور اگر وہ لطف و کرم سے (عاشقوں کی) محفل میں آئیں، تو اہلِ تکلیف (طلبگاروں) کی آگ کو ٹھنڈا کر دیں۔

کرا گردد بتِ شیریں مقابل
شود او را سلوکِ قدس حاصل

جسے وہ شیریں محبوب (مطلق) مقابل مل جائے، اسے تقدس کا سلوک حاصل ہو جاتا ہے۔

ز آئینہ ظہورِ حسنِ شان جان
رسد در جلوہ گاہِ نورِ عرفان

اُن کے حسن کے ظہور کے آئینے سے، جان (روح)، نورِ عرفان کی جلوہ گاہ تک پہنچ جاتی ہے۔

در بیان مذمت دنیا و ناپایداری او و تفسیر ترک الدنیا راس کل عبادت

دنیا کی مذمت اور اس کی ناپائیداری کے بیان میں، اور اس فرمان "ترک الدنیا راس کل عبادت" (دنیا کو چھوڑ دینا ہر عبادت کی بنیاد ہے) کی تفسیر میں۔

مشو ای بوالہوس قانع برین گل

که باشد دیگرش ہر لحظہ بلبل

اے ہوس پرست! اس پھول پر ہی قناعت نہ کر، کہ ہر لمحہ اس کا کوئی اور بلبل (پرستار) موجود ہوتا ہے۔

ہزاران فتنہ زو ہر دم زند سر
بر یزد ہر سرش خونِ صد مسافر

اس (دنیا) سے ہر دم ہزاروں فتنے سر اٹھاتے ہیں، اور اس کے ہر کونے پر سو مسافروں کا خون بہتا ہے۔

بزیرِ این فلکِ آسودہ منشین
بگرد آلایشش آلودہ منشین

اس آسمان کے نیچے بے فکر ہو کر نہ بیٹھ، اور اس کی آلائشوں (گندگیوں) سے آلودہ نہ ہو (اس کے فریب سے بچ)۔

فرو شد کرد مہرش از رخِ دل
رخ ز آئینۂ دل گردان مصقل

جب اس کی محبت دل کے رخ سے کم ہوئی، تو دل کے آئینے سے (اس کی) صورت کو صاف (مٹا) دے۔

مشو مہمانِ این گردونِ سیہ جام
کہ مہمان را کشید این بد سرانجام

اس سیاہ لباس (بدنصیب) فلک کا مہمان نہ بن، کیونکہ یہ اپنے مہمانوں کا انجام برا کرتا ہے۔

مکن بر عمر ہرگز اعتباری
کہ وی باشد در آخر ہر بہاری

عمر پر ہرگز اعتبار نہ کر، کیونکہ ہر بہار کے آخر میں یہی (خزاں) موجود ہوتی ہے۔

چشد این ساغری ہر بزمِ پیرائی
کشد این بارِ محنت ہر فرخ رائی

ہر آرائش والی بزم میں یہ (دنیا) زہر کا پیالہ پلاتی ہے، اور ہر خوش نصیب و عقل مند کو یہ محنت کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔

کجا آدم کجا ہوا کجا نوح
بود این در برِ ہر زندہ مفتوح

کہاں گئے آدم، کہاں گئیں حوا اور کہاں گئے نوح؛ یہ (موت کا دروازہ) ہر زندہ کے سامنے کھلا ہوا ہے۔

کجا تختِ سلیمان رفتہ برباد
کجا آن نغمہ داؤدی کہ جان داد

کہاں گیا سلیمان کا تخت جو برباد ہو گیا، اور کہاں گئی داؤد کی وہ نغمہ سرائی جس نے (دلوں کو) جان بخشی۔

کجا آن غلغلِ لیلیٰ و مجنوں
کجا فرہاد و شیریں غرق در خون

کہاں ہے لیلیٰ و مجنوں کا وہ شور و غل، اور کہاں ہیں فرہاد و شیریں جو (محبت کرے) خون میں ڈوب گئے تھے۔

کجا عذرا کہ او حجلہ نشین بود
کجا وامق کہ او محفل گزین بود

کہاں ہے عذرا جو حجلہ نشین (دلہن) تھی، اور کہاں ہے وامق جو محفلوں کی زینت تھا۔

تہی ماندہ است بزم و حجلہ اکنون
کہ وامق رفت عذرا گشت مدفون

اب بزم اور حجلہ خالی پڑے ہیں
کیونکہ وامق چلا گیا اور عذرا دفن ہو گئی۔

سکندر کو و صدمتِ شاہیِ او
نمودِ فرطِ عز و جاہیِ او

سکندر کہاں ہے اور اس کی شاہی کی دھاک کہاں، اس کے عز و جاہ کا اظہار کہاں گیا۔

شدش آئینہ عمری زنگِ آمود
ز سودائی تسلط رفتہ بی سود

اس کی زندگی کا آئینہ زنگ آلود ہو گیا، اور اس کی تسلط کی دیوانگی (حکمرانی کی ہوس) بے سود ثابت ہوئی۔

بجائے بادۂ عشرت فزائی
بجامِ جم بمانده خونِ فنائی

خوشی بڑھانے والی شراب کی جگہ، جم (جمشید) کے جام میں فنائیت (موت) کا خون باقی رہ گیا ہے۔

دو در دارد تماشا گاہِ ایجاد
بمفتاحِ تصرف ہر دو بکشاد

عالمِ وجود (تخلیق) کے تماشا گاہ کے دو دروازے ہیں، اور (خدا نے) تصرف کی کنجی سے ان دونوں کو کھول دیا ہے۔

درون آید ہر آنکو زین ور آخر
شود بیرون گذارِ او ازاں در

جو کوئی اس (پہلے) دروازے سے آخر میں اندر آتا ہے، اس کا باہر نکلنے کا راستہ دوسرے دروازے سے ہے۔

چو معمارِ وجودم بی اساس است
برو دلبندی از ابتر قیاس است

جب میرے وجود کا معمار ہی بے بنیاد (فنا ہونے والا) ہے، تو اس پر دل لگانا ناقص قیاس (بے وقوفی) ہے۔

چو میدانی کہ خواہی دادنِ جان
بشو دست از تعلق پیشتر زان

جب تو جانتا ہے کہ تجھے جان دینی ہے (مرنا ہے)، تو اس سے پہلے ہی دنیاوی تعلقات سے ہاتھ دھو لے۔

بکن ماتم خود اے ماتم نژادی
مادہ دل با چنین یکروزہ شادی

اے ماتم زدہ انسان! اپنے آپ پر ماتم کر، اور ایسی ایک روزہ (فانی) خوشی پر دل نہ لگا۔

اگر مردی بمیر از پیشِ مردن
کہ خوش باشد بجاناں جان سپردن

اگر تو مرد (حقیقی) ہے تو مرنے سے پہلے ہی مر جا، کیونکہ محبوب کی راہ میں جان دینا بہت اچھا ہے۔

بعاریت چو جان بگرفتہ تو
صدا "موتوا" مگر نشنفتہ تو

جب تو نے جان عاریتاً (عارضی طور پر) لی ہوئی ہے، تو کیا تو نے (حدیثِ) "موتوا" کی صدا نہیں سنی؟

بود ترکِ وجود افضلِ عبادات
وگرنہ صدمۂ مرگت کند مات

وجود (خود پرستی) کا ترک کر دینا تمام عبادتوں سے افضل ہے، ورنہ موت کا صدمہ تجھے مغلوب (اور حیران) کر دے گا۔

بجاناں جاں سپار و زندگی بین
وجودِ ذات را پائندگی بین

محبوب کے حوالے اپنی جان کر دے اور زندگی (حقیقی) کو دیکھ، اور ذاتِ الٰہی کے وجود میں بقا و پائندگی کو دیکھ۔

در اختتام نسخه ریاض الفقر و تعداد ابیات و تحریر تاریخ تصنیف او

"ریاض الفقر" نامی نسخے کے اختتام پر (اس کتاب میں موجود) اشعار کی تعداد، اور اس کی تصنیف کی تاریخ کی تحریر۔

مرا خجالت بزمِ بخردان است
کہ این ابیات را خامی عیان است

مجھے داناؤں کی محفل میں شرمندگی ہے، کیونکہ ان اشعار میں کچا پن (نقص) عیاں ہے۔

ز نظمِ سابقان دریوزہ کردم

نہ پائے در رہِ ہمت فشردم

میں نے سابقہ شعراء کے کلام سے بھیک مانگی ہے، اور (خود سے) ہمت کی راہ میں قدم نہیں اٹھایا۔

منم دریوزہ گر روشن کلامان
ز خوانِ شاں رسیدہ لقمہ بامان

میں روشن کلام شعراء کا گداگر ہوں، جن کے دسترخوان سے مجھے لقمہ (فیض) ملا ہے۔

نہ ایں نسخہ بدانشِ خود بگفتم
کہ در دیگران در سلکِ سفتم

میں نے یہ نسخہ (کلام) اپنی دانش سے نہیں کہا، بلکہ دوسروں (کے کلام) کو لڑی میں پرویا ہے۔

بہرِ مضمون و فقرہ و استعارہ
گدائی کردم از ہر سہ بارہ

شاعری کے مضمون (موضوع)، فقرے (طرزِ بیان) اور استعارے کی خاطر، میں نے ان تینوں جگہوں (یا تینوں طریقوں) سے گدائی کی ہے (یعنی بھیک مانگی ہے)۔

برائے دفعِ حاجت ایں ہوسناک
نمودم نظمِ ایں گلگشتِ ادراک

اپنی (یا اس) خواہش مند کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے، میں نے اس دانش و فکر کی سیر گاہ (علمی و فکری خیالات) کو نظم کی صورت میں پرویا ہے (یعنی شاعری کا روپ دیا ہے)۔

چنان دارم امید از خوش خیالان
کہ ہستند از ازل فرخندہ حالان

مجھے خوش خیال لوگوں سے ایسی امید ہے، جو ازل سے ہی مبارک حال ہیں۔

کہ مسودۂ گناہم را بہ یکبار
کنند ابیض بآبِ لطفِ اظہار

تاکہ وہ (خدا) میرے گناہوں کی سیاہ تحریر (مسودے) کو اپنے لطف و کرم کے پانی سے ایک ہی بار میں سفید (پاک) کر دے۔

غرض ایں پارۂ الفاظِ خوشرنگ
شد ہزار ابیات شد منظوم فرہنگ

غرض یہ کہ خوش رنگ (خوبصورت) الفاظ کا یہ مجموعہ (ٹکڑا) اب ایک ہزار ابیات (اشعار) پر مشتمل ایک منظوم لغت (یا علم و ادب کا مجموعہ) بن گیا ہے۔

بہفتم شعر رمضان وقتِ پیشین
بشد آراستہ ایں پیکرِ بیچین

رمضان کے مہینے میں وقتِ ظہر، سات تاریخ کو یہ بے چین پیکر (کلام) آراستہ ہوا۔

دوازدہ صد فزوں زوہشت و پنجاہ
بود سالش بنزدِ مردِ آگاہ

مردِ آگاہ (دانشمند) کے نزدیک اس کا سن (تاریخ) بارہ سو پچاس (1250ھ) سے زائد تھا۔

الٰہی نامہ قلبِ سیاہم
کہ سودا یافتہ از حرفِ گناہم

الٰہی! میرا سیاہ دل اس نامہ (کتاب) کے ذریعے، جو میرے گناہوں کے حرف سے آلودہ (سودا زدہ) ہو گیا ہے۔

بآبِ رحمتِ دیدارِ خود شوئی
کہ تا گردد ز نورت جان صفا جوئی

اپنے دیدار کے رحمت والے پانی سے (دل کو) دھو ڈال، تاکہ تیری جان تیرے نور سے صفا (پاکی) حاصل کر لے۔

دلِ چشمم بکن محوِ لقایت
فنایم را بدہ رنگِ بقایت

میری آنکھ کے دل کو اپنے دیدار میں محو کر دے، اور میری فنا (ہو جانے والی حقیقت) کو اپنی بقا کا رنگ عطا کر دے۔

ز عشقِ خود بجانم آتش افروز
وزو خرمنِ وجودِ ما سوا سوز

میری جان میں اپنے عشق کی آگ روشن کر دے، اور اس کے ذریعے ما سوا (غیر اللہ) کے وجود کے خرمن کو جلا ڈال۔

قدتم نسخہ ریاض الفقیر اللھم اغفر لمصنفہ بحرمتہ النبی و آلہ

میں نے ریاض الفقیر کا یہ نسخہ پیش کیا، اے اللہ! نبی کریم ﷺ اور ان کی آل کی حرمت کے صدقے اس کے مصنف کی مغفرت فرما۔

قد کتب ھذا النسخہ خادم الفقراء قاضی پیر محمد و صنفہ فقیر عبدالقادر عفی عنہما

1264 ھ

ناقص رقم مسرور سگ دروازہ فقیر حضرت عبدالقادر صاحب قدس سرہ العزیز

بتاریخ 1 نومبر 1924 مطابق 3 ربیع الآخر وقت 11 بجے صبوح اوطاق وڈیرہ عیدن

اس نسخے کو فقراء کے خادم قاضی پیر محمد اور مصنف فقیر عبدالقادر (اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے) نے تحریر کیا ہے۔

1264 ہجری۔

کمترین اور عاجز شخص (مسرور)، دروازے کا کتا (ادنیٰ خادم)، فقیر حضرت عبدالقادر صاحب (اللہ ان کے اسرار کو پاکیزہ کرے)۔

بتاریخ 1 نومبر 1924ء، بمطابق 3 ربیع الآخر، وقت صبح 11 بجے، مقام اوطاق وڈیرہ عیدن۔